



چوتھی بلوچستان صوبائی اسمبلی

کارروائی
اجلاس

منعقدہ چہار شنبہ مورخہ ۲۰ جون ۱۹۹۰ء بمطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۸۱ء

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ
۱	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	۱
۲	رخصت کا درخواستیں	۲
۳	بیچٹ بابت سال ۱۹۹۰ء پر عالمی بیچٹ مغز زراکین جنہوں نے اظہار خیال کیا	۳
(i)	سردار محمد خان باروزئی (i) مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی	
(iii)	ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (iii) نواب محمد اسلم ریسیانی	
(v)	میر ظفر اللہ خان جمالی (v) سردار محمد اختر منینگل	
(vii)	میر صاحب علی بلوچ (vii) سردار شمس اللہ خان زہری	

بلوچستان صوبائی اسمبلی سیکرٹریٹ

اسپیکر _____ جناب ظہور حسین خان کھوسہ

ڈپٹی اسپیکر _____ جناب عنایت اللہ خان بازئی

افسران اسمبلی

سیکرٹری اسمبلی _____ مسٹر اختر حسین خاں

جائینٹ سیکرٹری _____ محمد حسن شاہ

ڈپٹی سیکرٹری اول _____ مسٹر محمد افضل

چوتھی بلوچستان صوبائی اسمبلی

چودھواں / بجٹ اجلاس

مورخہ ۲۰ جون ۱۹۹۰ء بمطابقت ۲۶ ذیقعد ۱۴۱۰ھ

بروز چہار شنبہ - زیر صدارت

اسپیکر - جناب نثار حسین خان کھوسہ

چار بجے شام - بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ۔

میں منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

ان مولوی عبدالملک برشوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ
اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ
بِالْقَلَمِ لَا عِلْمَ الْاِنْسَانُ مَا لَمْ
یَعْلَمْهُ كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ اِنَّا
اَنْزَلْنَاهُ مِنْ سَمَوٰتٍ اَعْلٰی
(پ ۳ ع ۲۱ - سورۃ العلق آیت ۱ تا ۷)

آپ قرآن اپنے رب کا نام لیکر پڑھائیے جسے مخلوقات کو پیدا کیا جس نے انسان کو فون کے زخموں سے پیدا کیا، آپ قرآن پڑھائیے، اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے دیکھے پڑھوں کو، تم سے تعلیم دی، انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ جانتا تھا۔ پچھ بٹیک کبھی آدمی حد آدمیت سے نکل جاتا ہے اسوجہ سے کہ وہ اپنے آپ کو متعین سمجھنے لگتا ہے۔ اے مخاطب! آجے پروردگار ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے (وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ)

رخصت کی درخواستیں

جناب اسپیکر سیکرٹری آبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

مسٹر اختر حسین خان (سیکرٹری آبلی) مسٹر طارق محمود خان کھیتران وزیر خوراک اپنی سخی مصروفیات کی بنا پر آج کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے؟
رخصت منظور کیگئی؟

سیکرٹری آبلی۔ میر دوست محمد محمد حسنی صوبائی وزیر سرکاری مصروفیات کی وجہ سے آج کے اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتے لہذا انہوں نے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر۔ سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے؟
رخصت منظور کیگئی؟

نواب محمد اسلم ریشیانی۔ جناب اسپیکر! آپ کی اجازت سے میں تہنیتی قرار داپیش کرنا چاہتا ہوں اگرچہ میں نے پہلے نوٹس نہیں دیا۔ جناب والا! مولوی

محمد عمر ٹیپنگ آبادی صاحب آج صبح چار بجے فوت ہو گئے ہیں وہ ایک قومی تحریک کے لیڈر تھے۔ ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھیں جائیں گی مرحوم قلات اسٹیٹ نیشنل یونی پارٹی کے اور پھر جمہوریت کے لیڈر تھے۔ انہوں نے مختلف تصانیف بھی لکھیں۔
جناب اسپیکر! مرحوم مولوی محمد عمر ٹیپنگ آبادی کے لئے دعائے مغفرت کی جاتے۔
(دعائے مغفرت کی گیتی)

میر ظفر اللہ خان جمالی
(پوائنٹ آف آرڈر) مشر اسپیکر صوبائی اسمبلی
کے رولز آف پروسیجر اینڈ کنڈکٹ آف اسمبلی بزنس کے رول نمبر ۳۳ کے مطابق اسمبلی کا روائی کاہر دن وقفہ سوالات سے شروع ہوتا ہے پتہ نہیں کہ ایسا کیوں نہیں کیا جاتا۔

جناب اسپیکر۔ دراصل آج سوال نہیں تھے۔

میر ظفر اللہ خان جمالی۔ جناب والا! کیا کل بھی سوال نہیں تھے؟

جناب اسپیکر۔ محدود تعداد میں سوال آئے تھے ۲۳ تاریخ کیلئے

کچھ سوالات رکھے گئے ہیں۔

میر صابر علی بلوچ۔ (پوائنٹ آف آرڈر) جناب اسپیکر۔ بجٹ سیشن چل رہا، یہاں پر اسمبلی ممبر اپنے اپنے علاقہ کے پرائیمری پیش کرتے ہیں لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وزراء صاحبان دیکھ کر نہیں ہیں اور اجلاس ٹینڈ نہیں کرتے چند وزراء

صاحبان حاضر ہیں جن کے پاس ٹھکے نہیں ہیں۔ لہذا میں وزیر اعلیٰ سے گزارش کرونگا کہ وہ وزراء کو ریگولر ہونے کی ہدایت کریں۔

جناب اسپیکر۔ یہ میرے وزیر تو نہیں ہیں۔ بہر حال انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

بجٹ پر عام بحث

جناب اسپیکر۔

بجٹ پر عام بحث شروع کی جاتی ہے۔ آج کے پہلے مقرر سردار محمد خان باروزئی صاحب ہیں۔

سردار محمد خان باروزئی۔

جناب اسپیکر۔ ۱۹۹۰-۹۱ کا بجٹ سابقہ بجٹوں کی طرح اس بار اس میں پیش کیا گیا اور اس سے متعلق ہماری محرومیاں اور مالیوسیاں بھی حسب سابق ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ جیسے پہلے بھی اس ایوان میں دو بجٹ پیش کئے گئے لیکن عوامی امنگوں کو لوپرا نہیں کیا گیا اور یہ موجودہ بجٹ بھی عوامی امنگوں کے مطابق نہیں ہے۔ جناب اسپیکر۔ میں اس بجٹ پر بحث کا آغاز اس شعر سے کرنا چاہوں گا۔ اور پھر اسکی تفصیل میں جاؤں گا۔ جناب والا! غالب کا شعر ہے

”ہے سبزہ زار ہر درو دیوار غم کدہ
 جس کی بہار یہ ہوا سکی خنزاں نہ پوچھ“

میں سمجھتا ہوں یہ مایوسی یہ فرسٹریشن۔ انکی وجہ یہ ہے کہ سبٹ کو محض ایک
 میٹر آت روٹین (matter of routine) بنا دیا گیا ہے۔ اس میں روٹین ہوتا ہے
 سبٹ آنے سے کئی مہینے پہلے بیورو کر لینی والے اور نیچے ٹکرجات بیٹھ کر ڈاٹا کیجا کرتے ہیں
 اور فائنل اسٹیج پر کوئی بہت بڑا بیورو کر بیٹ اسکو ترتیب دیتا ہے۔
 جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ اس سبٹ میں ایک سو چار کروڑ روپے کا خسارہ ہے
 سبٹ یہاں پاس کیا ہے۔ ہمارے اس سبٹ کی فلاسفی (Deficit financing) کے مطابق خسارہ تو یوں ہونا
 ڈیفینسٹ فائمنسنگ (Deficit financing) کی فلاسفی کے مطابق خسارہ تو یوں ہونا
 چاہیے وہ ڈولپمنٹل ایکسپنڈیچر میں مسلسل خسارہ ہے تاکہ آج ہم ڈولپمنٹ چارجز
 بڑھا کر کل یہ توقع رکھیں کہ یہ ترقیاتی اخراجات ہمارے آنے والے بجٹوں میں یہ
 (beneficial) ہوگا لین یہاں یہ معاملہ ہے کہ بیورو کر لیں ڈیفینسٹ فائمنسنگ
 کو نہیں سمجھتی اسکی کوشش نہیں کی گئی ورنہ آسانی سے بات سمجھ لی جاتی تو
 آج یہ خسارہ یعنی ایک سو چار کروڑ روپے ایک ارب چار کروڑ روپے کا خسارہ
 بڑا عجیب و غریب ہے۔ ڈولپمنٹل چارجز کی مد میں یہ خسارہ یعنی ڈولپمنٹل ایکسپنڈ
 یچر کے لئے استعمال نہیں کیا گیا بلکہ حکومت نے اپنے اخراجات کے لئے اسے استعمال
 کیا اور نتیجہ کے طور پر حکومتی اخراجات ڈولپمنٹل ایکسپنڈیچر سے کہیں زیادہ ہو گئے
 ہیں۔ مثلاً سال ۱۹۸۶-۹۰ یعنی سال رواں میں حکومت کا خرچہ چھ ارب چہتر
 کروڑ روپے تھا وہ سال ۱۹۹۱-۹۰ میں بڑھ کر سات ارب چھپن کروڑ روپے بن جاتے
 ہیں۔ اس طرح گویا اسکی کروڑ روپے زیادہ خرچ کئے گئے اور اس اسکی کروڑ روپے

کو جو زیادہ خرچ کئے اور جو اسی کروڑ روپے زادہ خرچ کئے گئے اگر اسکی تفصیلات میں جایا جاتے اس کے بارے میں تحقیقات کی جاتے یا جس طرح سے ہیں لٹریچر دیا گیا ہے اس کا مطالعہ کیا جاتے تو اوڈیسیس کروڑ ڈیولوپمنٹ کے لئے رکھے گئے ہیں اور اسی کروڑ روپے حکومت کے زائد اخراجات اور غیر ترقیاتی اخراجات کے لئے ہے یہ ایک عجیب بات ہے کہ ڈیولوپمنٹ کا بجٹ بھی خسارے کے باوجود رکھا ہے کیونکہ ڈیولوپمنٹ کے لئے اسی کروڑ رکھے گئے ہیں اور حکومت نے اپنے لئے اسی کروڑ رکھ لئے اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ حکومت دوسرے معنوں میں بلوچستان کی فلاح و بہبود کو کم اہمیت دیتی ہے اور اپنے اخراجات کو بغیر دیکھے بھالے بڑھایا جاتا ہے اور اتنے ترقیاتی اخراجات رکھے گئے ہیں اب جب تک یہ بذلیب ملک جو کہ پہلے سے پسماندہ ہے ویسے ترقیاتی کام نہیں ہونگے میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کا مستقبل کیسے سنورے گا۔

وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر ۹۱-۱۹۹۰ کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ اس صوبے میں صنعتی ترقی کے لئے اقدامات کئے جائیں گے اور اب جو وزیر خزانہ صاحب نے بجٹ پیش کیا ہے کہ بلوچستان کی ترقی کے لئے اقدامات کئے جائیں گے یا کئے جا رہے ہیں یا اقدامات کئے جانے چاہئیں یہ سمجھتا ہوں اور میں نے دیکھا ہے انہوں نے ان اقدامات کے لئے کیا طریقہ کار رکھا ہے اور ان اقدامات کو عملی جامہ پہنانا تھا پنجاب کی طرح اگر بلوچستان کے حالات صحیح ہوتے اور بلوچستان میں صنعتی امن وامان کی حالت بہتر ہوتی اور صنعتی برادری کے لئے اچھے حالات موجود ہوتے تو شاید جو سرمایہ پنجاب کی طرف منتقل ہوا تھا اس میں سے اس سرمایے کے لئے اپنے علاقے میں توجہ پیدا کر سکتے تھے اس میں بھی مجھے انیسویں کے

کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ناکام ہوتے ہیں۔
 پھر میں وزیر خزانہ کے ایک اور وعدہ کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ وہ جب
 صنعتی اقدامات کرنے کے لئے وعدے کر رہے تھے لیکن بلوچستان کی ایک خاص
 صنعت جو خالصتاً بلوچستان کی صنعت تھی جو کہ پہلے اچھا خاصا پینسہ کما رہی تھی وہ
 گڈانی شپ بریکنگ کی تھی۔ لیکن اب گڈانی شپ بریکنگ کی صنعت اسکی حالت
 غیر کردی گئی ہے وہ صنعت ٹوٹ چکی ہے یا ٹوٹنے والی ہے کیونکہ اس کے متعلق مجھے
 بلوچستان کے ایک قبائلی صنعت کار نے بتایا ہے کہ جہاں شپ بریکنگ کے لئے
 درجنوں جہاز آتے تھے اب وہاں بشکل تین جہاز کھڑے ہیں اس سے یہ ظاہر
 ہوتا ہے کہ وہ صنعت اب تقریباً دم توڑ چکی ہے۔ میں وزیر خزانہ سے یہ عرض کرونگا
 کہ وعدے نبھانے کے لئے کئے جاتے ہیں کاش وہ ایسے اقدامات کریں جس
 سے وہ وعدہ پورا ہو سکتا ہو اور صنعت کے لئے وہ کچھ عملی اقدام کئے جائیں۔

تو حکومت بلوچستان کی یہ اسٹریجی (strategy)
 رہی ہے کہ ٹریفک کا بہانہ بنا کر جب صنعت کاروں کو تھوک کے حساب سے
 گرفتار کیا گیا اب تو اس حکومت کی یہ ضرورت نہیں تھی کہ صنعتی اقدامات کے
 لئے ایسے عوامل اور اقدامات کئے جاتے جس سے صنعت کار اس طرح مائل ہوتے
 اسٹریجی (strategy) ایسی بنائی جاتی اس کے لئے صنعت کاروں کو زیادہ
 سہولتیں دی جائیں ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا مگر انکو تو ایک رات جب
 کے تھانے میں بند کر دیا گیا اس کے متعلق میں نہیں سمجھ سکتا ہوں کہ اس کے اثرات
 صنعت کار پر اداری پر کیسے ہونے۔ منفی ہونے یا مثبت ہونگے یہ جو اقدامات کر رہے
 ہیں ان کا یہ عمل تو اس کی نفی کرتا ہے صنعت کے لئے تو وہ کوئی قدم نہیں اٹھا

رہے ہیں۔

جناب والا! میں یہ عرض کرونگا کہ صوبہ سندھ کے خاص حالات کی وجہ سے کراچی کے بڑے بڑے صنعت کار پنجاب کا رخ کر رہے ہیں یہ قدرتی بات ہے کہ حیدرآباد سکھر کراچی سے سرمایہ لے کر باہر جانا تھا اور وہ سرمایہ پھر ہے بیرون ملک چلا گیا اور کچھ سرمایہ پنجاب گیا تو اگر یہاں بلوچستان میں سستی اس واماں ہوتی جو سرمایہ بیرون ملک چلا گیا تھا سنا ہے کہ ان علاقوں سے جن کا میں نے نام لیا ہے ان سے تو سرمایہ باہر چلا گیا لیکن جو سرمایہ پنجاب کی طرف چلا گیا تھا سرمایہ منتقل ہوا۔ ایک اور میں یہ عرض کرتا ہوں کہ پچھلے دس سال سے کواپریٹوڈیا پارٹنٹ خسارے میں چل رہا ہے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں اپنی پچھلی بجٹ تقریر میں بھی کہہ چکا ہوں اور بلوچستان حکومت کی اس ناجائز خسارے کی طرف توجہ دلائی ہے اور میں نے یہ بات ہر دفعہ دلیل اور منطق کے ساتھ کی ہے کہ یہ حکمہ جو مسلسل دس سالوں سے خسارے میں چل رہا ہے اور اس خسارے کا بوجھ حکومت بلوچستان کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور اس کی کارکردگی بھی سر زمین پر نظر نہیں آتی۔ اس کے چلنے سے کیا یہ نیکے اقدام نہیں کہ اس حکمہ کو سرے سے ختم کر دیا جائے۔؟

جناب اسپیکر! میں آپ کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ ان تلخ تجربوں کے بعد جو ہم نے دیکھا کہ ایک بجٹ جو پہلے تھا اس روش کے ساتھ پھر اس حکومت کو لانا پڑا اس موقع پر بھی کچھ سبق سیکھے جاسکتے تھے لیکن بجٹ تو یہ موجودہ حکومت لاتی ہے اور اس کو تو کم از کم اپنی ترجیحات کے سلسلے میں بڑا وضع ہونا چاہیے تھا کہ بلوچستان کو کسی طریقے سے جلد از جلد ایک نلاحی صوبہ بنایا جاسکے لیکن دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت بلوچستان کی ترجیحات کسی ٹھیک

سمت میں نہیں جا رہی ہیں اور اس کے لئے میں چند مثالیں دوں گا کہ بلوچستان کی حکومت کی ترجیحات کیا ہیں سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہمیں ڈیولپمنٹ سائڈ پر زور دینا چاہیے جتنی ترقی بلوچستان میں زیادہ ہوگی بلوچستان میں خوشحالی آئے گی۔ لیکن یہاں بھی ترجیحات صحیح سمت میں نہیں رکھی گئی ہیں یہاں بھی حکومت ہوم ڈیپارٹمنٹ اور محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی پر اخراجات زیادہ دکھا رہی ہے لیکن ترقیاتی کاموں کے لئے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ خرچ کم ہے اور ایس اینڈ جی اے ڈی کو اور ہوم ڈیپارٹمنٹ کو دو کروڑ بارہ لاکھ روپے دیئے گئے ہیں۔ ۱۹۹۰ء کے لئے ہوم ڈیپارٹمنٹ کے تحت سیکرٹ سروس فنڈ کے لئے حکومت کا رٹن مالی سال کا بجٹ ۳۰ لاکھ روپے تھا۔ ۴۰ لاکھ روپے زائد خرچ ہوتے ہیں گویا ر و اں مالی سال میں ہوم ڈیپارٹمنٹ کے سیکرٹ فنڈ کی مد میں ۷۰ لاکھ روپے زائد خرچ ہوتے، جب کہ اور جن کی ایلو کیڈ رقم ۳۰ لاکھ روپے تھی۔ اب اس سپلینڈری بجٹ میں ۴۰ لاکھ روپے اور مانگی گئی ہے۔ ۴۰ لاکھ روپے اور ۳۰ لاکھ روپے، یعنی ۷۰ لاکھ روپے صرف سیکرٹ سروس فنڈ پر خرچ کیا۔ اس سیکرٹ سروس فنڈ پر ایوان میں اکثر و بیشتر چرچا ہوتا رہتا ہے۔ ابھی پچھلے سپلینڈری بجٹ میں بھی اسپرکچ بات کی گئی تھی، اور جمعیت علماء اسلام کے ایک ممبر نے بھی کچھ باتیں کی تھیں جن کا جواب وزیر خزانہ صاحب نے یہ دیا تھا کہ سیکرٹ سروس فنڈ نہ صرف وزیر اعلیٰ نہیں لیتا بلکہ انہوں نے بتایا تھا کہ یہ گورنر صاحب لیتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ لیتے ہیں، کمشٹرا، ڈپٹی کمشٹرا اور آئی جی پولیس لیتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہم اتنے جاہل تھے کہ ہم سیکرٹ فنڈ کو نہیں جانتے۔ ہم جانتے تھے، ہم تو بنیادی طور پر یہ جانا چاہتے تھے کہ یہ ڈپٹی کمشٹرا یہ کمشٹرا اور آئی جی پولیس یہ لوگ یہاں کیسے تصور کیا جاتے کہ یہاں

انگریزی کی حکومت ہے اور انگریزی حکومت کے مفاد کو بڑھاوا دینے کے لئے ان کی یہ رقم تقسیم کی جاتی ہے کہ وہاں وہ وہاں کے مقامی آبادی کو یا اپنے اپنے ریپیکٹو ڈسٹرکٹ (respective district) کے اندر یہ پیسے تقسیم کر کے سفینائی (specify) کر دیں۔ ظاہر بات ہے کہ آج ہم ۴۲ سال سے آزاد مملکت ہیں اور آزاد مملکت کے صوبوں کو بھی یہ اچھا نہیں لگتا کہ سیکرٹ فنڈ کو اس طرح بے دریغ طریقے سے استعمال کیا جاتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سیکرٹ سروس فنڈ کے سلسلے میں وسوسے اور خدشے ضرور اٹھتے ہیں کہ یہاں پر کسی کی کسی کے اوپر حکومت نہیں ہے۔ ہر ایک کے اوپر جمہوریت کی حکومت ضرور ہے۔ باقی سیکرٹ سروس فنڈ کو کیا جاتا ہے، اس کا استعمال کس طرح ہوتا ہے، اس کی تقسیم کس پالیسی کے تحت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہوگا۔ کیونکہ وزیر اعلیٰ کو ایک سٹریٹجک دینا ہی کافی ہے۔ اسکے اوپر آڈٹ وغیرہ کچھ نہیں ہوتا ہے ظاہر ہے کہ وسوسے اور خدشے ضرور آتے ہیں۔ یہاں سے بات کرتے تھے کہ اسلام آباد میں ہارس ٹریڈنگ (horse trading) ہو رہی ہے یہاں تو ہارس ٹریڈنگ نہیں ہو رہی ہے۔ خدشہ کی بات ہے۔ وسوسے کی بات ہے۔ جناب والا! اب اسی سیکرٹ فنڈ کے لئے ۱۹۹۰ء کے لئے بھی ۴۵ لاکھ روپے مانگے گئے ہیں۔ متھوڑی دیر پہلے میں نے کہا تھا کہ ۳۰ لاکھ مانگے گئے تھے اور ۴۰ لاکھ روپے زیادہ خرچ ہوا۔ ایک سال کے لئے ۲۰ لاکھ روپے بن گئے۔ اب ۴۵ لاکھ ۱۹۹۰ء-۹۱ء کے لئے مانگے گئے ہیں۔ پھر اس میں بے دریغ خرچ ہوگا اور بغیر کسی حساب کے خرچ ہوگا۔ یہ جو ۴۵ لاکھ روپے مانگے گئے ہیں وہ ظاہر ہے بڑھ کر اگلے سال کے کسی بھی سپلیمنٹری بجٹ میں ایک کروڑ روپے

بھی بن سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس غریب صوبے کے لئے یہ خرچہ اٹھانا بڑا
 بھاری بوجھ ہے۔ یہ بڑے دکھ اور درد کی بات ہے کہ سبٹ ۱۹۹۰ء ۱۹۱۶ پیش
 کرتے ہوئے وزیر خزانہ صاحب نے ضرور اپنی گورنمنٹ کو کرپٹ رولانڈ کے لئے
 حصارہ کی رقم میں کمی کرنے کی بات کی ہے۔ ضرور انہوں نے کمی کی ہے اور سبٹ
 لٹریچر (literature) سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ لاکھ روپے یا کچھ کروڑ
 روپے انہوں نے بچاتے ہیں۔ لیکن جہاں جہاں اور چین مدوں میں انہوں نے
 کمی کی ہے انکو پڑھ کے دل بیٹھ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر انہوں نے تعلیم سے آٹھ
 کروڑ ۳۶ لاکھ روپے کی بچت کی ہے، محکمہ صحت کے شعبہ سے ۶ کروڑ ۲۳ لاکھ
 روپے، زراعت سے ایک کروڑ ۷۵ لاکھ روپے اور اسی طرح مفاد عامہ
 کے محکموں سے بھی انہوں نے رقم بچائی ہے۔ یہاں میں اپنے اختلاف کا
 اظہار کرتے ہوتے یہ کہوں گا کہ تعلیم غریب اور امیر تمام بچوں کی ضرورت ہے۔ امیر
 تو تعلیم کے لئے ملک کے باہر چلا جاتا ہے، لیکن وہ لوگ جو اس ملک کے وارث
 ہیں جنہیں غریب عوام کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے اور انہیں اس نام سے
 ایکسپلاٹ (exploit) کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ رقم جو بچائی گئی اس
 رقم سے چند غریب بچے ہی تعلیم سے محروم ہو گئے ہیں۔ جناب تعلیم کے محکمہ سے
 بچت کا آغاز کیا گیا ہے صحت کے شعبہ سے ۶ کروڑ ۲۳ لاکھ روپے جو بچاتے
 گئے ہیں وہاں بھی ایک ایسا مریض جسکی کوئی سفارش نہیں ہے اور جسکے پاس
 وسائل نہیں ہیں وہ دوائی اور ہسپتال کے ٹریٹمنٹ سے محروم ہو رہا ہوگا۔ وہ
 غریب کا بچہ ہی ہوگا۔ زراعت کے محکمہ سے ایک کروڑ ۷۵ لاکھ روپے کی بچت
 کی گئی ہے۔ میں یہاں پر کہوں گا کہ اس سے بھی گندم جو روز بروز ہنسکی ہو رہی ہے۔

میں اس میں یہ تخصیص نہیں کروں گا کہ اس وقت جو گندم کی گرانی ہے وفاق کا فیلیور (failure) ہے۔

اگر آج جو رقم ہم نے محکمہ زراعت سے بچائی ہے وہ بھی اس میں ہم ڈال دیتے تو شاید ہم یہاں کے غریب عوام کو سبڈی کے طور پر کچھ اپنی ذمہ دے کر کچھ خرچہ اور شاید قدرے سستی، سستی تو شاید اب ہونہیں سکے گی، کیونکہ ہر طرف سے یہ آواز اٹھتی ہے کہ روپے کی قیمت کم گئی ہے اور گرانی زیادہ ہو گئی ہے۔ انفلیشن (inflation) زیادہ ہو گیا ہے۔ یہ اتنی بڑی ٹیمیں جو آپ کے ساتھ ہیں۔ ان کا کس ساڈ کوئی ایڈوائسز، کوئی دوسرا یا کوئی تیسرا۔ تو پھر یہاں بجائے اسکے کہ لوگوں کا پیٹ کاٹا جائے یہاں اس روپے کی قیمت کو بڑھانے کے لئے کیوں جدوجہد نہیں کی جاتی ہے، میں یہی کہنے والا تھا، بلکہ میں نے یہ کہہ دیا کہ زراعت سے بھی ایک کروڑ ۵۰ لاکھ روپے بچائے گئے غریب سے گندم کے دانے چھین لئے گئے یہ خسارہ میں کمی کی کہانی تھی جو میں نے بیان کر دی ہے۔ حضور والا اب اعداد و شمار کے حساب سے گواہی پیاں کے مطابق تو نہیں لیکن بہر حال ایک مشکل کام ہے کہ سبٹ کو اور اسکی ضمیمہ کتابوں میں ڈھونڈنے اور انکو ڈھونڈنے کے بعد گورنمنٹ اور گورنمنٹ کی ڈیویژن کے ممبرز اسپرکٹی محنت کریں، تو اپنے ہی قائد ایوان کو اسی ایوان میں کھڑے ہو کر بتا سکتے ہیں۔ پوزیشن کی بات جو ہے اگر وہ بھی اسپرکٹی کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہاں ہمیشہ پوزیشن کے ممبر کے یہاں ایک آواز بلند ہو سکتی ہے۔ بہر حال جن لوگوں نے تفصیل سے پڑھا جیسے پڑھا اور پھر، ماری سہولیات کتنی ہیں، اس سلسلے میں سمجھتا ہوں کہ میں نے سبٹ ساڈ پر جو کہنا تھا اعداد و شمار کے ساتھ حتیٰ

المقود میں نے کہہ دیا ہے۔

جناب اسپیکر! میں اس سوچے کی پولیٹیکل حالت کی طرف ۹۱-۱۹۹۰ کے
 بجٹ کے حوالے سے آؤنگا۔ اگر یہ بجٹ صحیح ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک سال کی
 مدت بھی کافی ہے۔ کہ اپنے پولیٹیکل رویوں میں کوئی جیسے کہے درستی کوئی صحت ان میں
 پیدا کر سکے۔ لیکن جب بجٹ ہی آجاتا ہے۔ ایسا وہ ایک کتاب کی طرح کتابت کرنے
 ہوئے جہاں کتابت ختم کی کتاب بندی، چلا گیا مکھی بیج میں آکر بیٹھ گئی۔ تو اٹھ کر اس
 نے دیکھا کہ لفظ کے اوپر ٹاٹ پڑا ہوا ہے تو اس نے اٹھا کر اپنی سیاری سے ٹھیک
 لفظ کے اوپر اپنا ٹاٹ لگا دیا۔ تو یہاں بیورو کیسی کا بجٹ آتا ہے جہاں مکھی نہیں
 ہوتی ہے وہاں ٹاٹ لگا دیتے ہیں۔ اب میں پولیٹیکل سائیڈ پر آکر یہ کہوں گا کہ بجٹ
 ہی متوازن نہیں ہوگا۔ اور یہاں میں اس مرحلے میں آکر یہ بات بھی کہوں گا کہ ہماری
 سیاست ہماری معیشت کے ارد گرد گھومتی ہے۔ ہماری معیشت ہماری سیاست کے ارد گرد
 نہیں گھومتی اگر ہماری سیاست متوازن اور استوار بنیادوں پر کھڑی ہو تو میں نہیں
 سمجھتا کوئی بھی گورنمنٹ کسی نام کی گورنمنٹ ہو سیاسی طور پر کوئی غلطی کر سکتی
 ہو یا غلط اقدام اٹھا سکتی ہو تو میں مجبور ہوں جب بجٹ ہی غلط آجائے تو ظاہر کہ پولیٹیکل
 سائیڈ پر بھی آگے پولیٹیکل تقاضے یا جسے کیے پولیٹیکل خامیوں کی نشان دہی بھی آج
 ہمیں اس ایوان میں کرنی پڑے گی۔

جناب والا۔ میرے ساتھ یا میرے سوانہی گورنمنٹ کے آنے کے بعد یا میری
 نگاہی تھیں کہ بڑے بڑے ٹرمائل (turmoil) کے بعد اب ایک گورنمنٹ جمہوری تقاضوں کے
 مطابق ایک بہت بڑی اکثریت کو اپنے ساتھ لاکر گورنمنٹ کی جیسا کہ ٹریشیری پیپسٹر کو ہوں
 نے سنبھالا ہے ان سے توقع تھی کہ ان کی طرف حکمرانی بھی جمہوری ہوگی۔ لیکن افسوس کے

(pattern)

ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں بھی جمہوری طرز حکمرانی نافذ نہ ہو سکی بلکہ ایک اور میٹرن اپنایا گیا ہے۔ جیسے کہ بجائے اس ملک کو جمہوری اور نفاذی حکومت بنایا جاتا۔ لیکن یہاں حکومت کو چلانے کے لئے قبائلی طرز اختیار کیا گیا۔ قبائلی میں اس لئے کہتا ہوں یہ قبائلی سوچ ہی ہو سکتی ہے میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی قبائلی جمہوریت پسند نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ قبائلی پر انے نظام سے مطلق لوگ جب وہ نظام مرنے لگتا ہے تو ترقی پسندی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کوئی بھی پرانے نظام کا (Representative) جو نئے نظام کو اپنانے کے لئے لگتا ہے قبائلی نظام حیات بلوچستان میں کافی عرصے سے زوال پذیر ہے اور اس کا خاتمہ میں سمجھتا ہوں اس پاس قریب قریب ہے تو میں سوچتا ہو بلوچستان کے اندر جتنے لوگ ہیں قبائلی طور پر ان کے اوپر ایک ہر ایک ٹھہرے گا ہوا ہے کہ یہ فلاں قبیلے میں سے ہے یہ فلاں قبیلے میں سے ہے۔ دوسرے مینیوں میں بلوچستان قبائل کے اندر تقسیم ہے لیکن یہ بات تو نہیں۔ کہ کوئی قبائلی ہوتے ہوتے بھی جمہوریت پسند بنے اور قبائلوں کو یہ ثابت کرنے کے لئے کہ قبائلی ہیں۔ اتنی محنت کی کیا ضرورت ہے اگر اتنی محنت جسے اٹھانی تھی اتنی زحمت اٹھانی تھی تو قبائلوں کا طرز عمل یہ ہوتا کہ وہ یہ ثابت کرنے کے درپے ہوتے کہ دیکھو ہم قبائلی ہیں۔ لیکن جمہوریت سے کو اس انداز میں چلا تے ہیں جس طریقے سے جمہوریت کے چلانے کا طریقہ کار ہوتا ہے۔ ہم نے اپنے آپ کو جمہوریت پسند ثابت کیا ہے۔ اس کے باوجود ہم قبائلی لوگ سے ہیں۔ تو یہاں اسکی کوشش نہیں کی گئی۔ یہاں حکومت کو قبائلی انداز میں چلایا گیا۔ ہر ایک چیز کو قبائلی عینک سے دیکھا جاتا ہے پھر میں سمجھتا ہوں کہ قبائلیت اور قبائل سے آئے لوگ اس کو جانتے ہیں کہ وہ ایک صوبے کے اندر ایک ملک کے اندر اتنے قبائل ہیں۔ ان کے ہاں

نظام انصاف ایک جیسا نہیں ہوتا۔ بلکہ قبیلے کے جو سب سیکشن ہیں ان کے اپنے رسم و رواج ہوتے ہیں اپنے قوانین ہوتے ہیں۔ اسی طریقے سے یہ بلوچستان کی حکومت قبائلی طریقے سے چلائی جا رہی ہے۔ اس علاقے کے اندر بلوچستان کے اندر چار قسم کے قوانین نافذ ہیں صوبہ ایک ہے اور قوانین چار ہیں۔ وہ جسے کہتے ہیں کہ سپیشل پروویژن (Special Provision Ordinance) آرڈی نانس ۱۹۵۸ء اور اسکو عام زبان میں کہ ٹینیل لا (Criminal Law) کہتے ہیں بعض جگہوں پر کہ ٹینیل لا نافذ ہے۔ اور پھر جو بلوچستان کے قبائلی علاقے ہیں یا سپیشل علاقے میں ان میں دالیت۔ سی۔ آ۔ آج تک موجود ہے تیسرا ہے ریگولر لا اور چوتھا ہے قاضی کورٹ اور جسکو کہتے ہیں کہ شد پر لیشان خادمان از کثرت —

اب چار قسم کے قوانین اس صوبے کے اندر چل رہے ہیں۔ گورنمنٹ چائٹی ٹریک قلم ریگولر لا کے لئے اپنا آپشن دیتی۔ ہر شخص کو ریگولر لا کی طرف جاسے اور ریگولر لا سے اپنا داد رہی چاہئے لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ اور بلوچستان کے لوگوں کی امیدوں کے خلاف ہے اسکے ساتھ ہی مجھے دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بلوچستان گورنمنٹ نے جمہوری رویہ اختیار نہیں کیا مخالفوں کے حق میں تحمل، بردباری اور برداشت اور تنقید کے رویے برداشت نہیں کیئے۔ یہ رویے بلوچستان گورنمنٹ میں بہت کم نظر آتے ہیں۔ پی پی تیسو کے صدر کو غلط مقدمات میں لوٹ کر کے تین سال قید ہنقت دلوانی گئی۔ پی پی کے ایک رکن اسمبلی کو تعداد مقدمات میں لوٹ کر کے صوبہ بدری پر مجبور کیا گیا ضلع ڈیرہ گجٹ کے ایک شخص کو دہشت گردی کے مقدمات میں لوٹ کیا گیا۔ جسکی سزا ۲۵ سال ہو سکتی ہے۔ آج اگر ایک قوانین ہوتا اور ریگولر لا ہوتا۔ تو شاید یہ شکایتیں نہیں کرتا پڑھتا اور زمان شکایتوں کا جواب دینا پڑتا۔

جناب والا۔ آخر میں وائیڈنگ اپ (Winding up) کے طور پر ہماری اپنی کچھ باتیں امن و امان کی صورت حال کے بارے میں عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا پیشین

کالچ کے پروفیسروں کو کتنا بڑا عرصہ گزر گیا ہے۔ لیکن ہماری گورنمنٹ کے لئے ایسی کوئی سہولت موجود نہیں کہ ان لوگوں کو بازیاب کیا جاتے۔ یہ لوگ اچھے خانے عرصے سے اغواء ہیں اور نہیں معلوم کس حال میں ہیں۔ واہڈا کے دو اہلکاروں کو اغواء کر کے لے جایا گیا جن کے بارے میں الحمد للہ آج صبح خبر آئی کہ ان کو بازیاب کر لیا گیا ہے، لیکن بہر حال وارداتیں اپنی جگہ پر موجود ہیں سنہر میں چھوٹے بچوں کا اغواء روزانہ کی بات ہے۔ قتل، چوری، ڈکیتی، منشیات و اسلحہ فروش عام ہیں۔ اب یہ قتل چوری ڈکیتی منشیات اور اسلحہ فروش کے بارے میں یہاں یہ ضرور عرض کر دینا کہ اس کا تعلق پولیس سے ہے۔ اگر پولیس کی گرفت مضبوط ہو یا حیس حاکم کی گرفت پولیس پر مضبوط ہوگی وہ ان چیزوں کا ان برائیوں کا قلع قمع کر سکتی ہے۔ وہ ان چیزوں کا سدباب کر سکتا ہے چونکہ یہاں پولیس کی بات آگئی پہلے تو ہمارے دور کا بخر بہ تھا اجارات میں پڑھنے کی حد تک تھا کہ پولیس والے ہی اغوا کرتے تھے ڈکیتی کرتے تھے اور پھر پولیس ہی مقدمے بناتی ہے انہوں نے سندھ کو تو اس حال تک پہنچا دیا اب تو یو کہنا چاہیے کہ وہاں آج چھوٹا مارشل لا لگ چکا ہے ہم نے اپنے بلوچستان میں دیکھا ہے کہ یہاں پولیس کو مس یوز کیا جا رہا ہے یا پھر پولیس پر حکومت کو گرفت مضبوط نہیں ہے ان ساری چیزوں کا میں ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ ان چیزوں یا ان اقدامات کی وجہ سے آگ کا کوئی بہت بڑا لاؤڈ وٹن ہو رہا ہے بہر حال میں نے جو نام گنوائے ہیں میں نے چوری ڈکیتی منشیات و اسلحہ فروش کا ذکر کیا تو یہ سب ایک دن الاؤ بن کر ہمارے سامنے آسکتے ہیں میں سوچتا ہوں کہ پولیس کا بجٹ دیکھیں تو شاید بہت بڑا بجٹ ہوگا ان سے صحیح طریقے سے کام لینا چاہیے قبل اس کے کہ یہ ہاتھ سے باہر نکل جائے۔ جناب اسپیکر۔ اسمبلی کی حدود میں اور اسمبلی کی حدود سے باہر تو پولیس اس حد تک ہے

کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ پہلوانوں کے مابین ریلیٹنگ ہو رہی ہوگی اور ان دو پہلوانوں کا جھگڑا ہوگا۔ جناب والا! یہی اسمبلی ۱۹۷۲ء سے چل رہی ہے مجھے بھی ان دنوں اسمبلی کو دیکھنے اور چلانے کا موقع ملا ہے یہاں صرف چار پولیس وائے سفید کپڑوں میں ملبوس ہوتے تھے اور کام چل جاتا تھا۔ لیکن اب اگر باہر سے کوئی اجنبی آئے تو اس کے بارے میں کیا تاثرے گا کہ یہاں چاروں طرف اور یہاں تک کہ ایم پی اے ہوٹل کو بھی پولیس نے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے ہم تو یہ کام بہتر ٹیکڑا ہو کر کرتے ہیں لیکن ان سے یہ کام بھی لینا چاہتے کہ وہ عوام کو عام لوگوں کو تحفظ فراہم کریں۔ چوریوں، دکنٹیوں، منشیات اور اسلحہ فروش کو اپنے منطق انجام تک پہنچائیں۔ جناب والا! میں ایوان سے پوری تسلی اور ذمہ داری سے کہوں گا کہ وہاں تو ان کی کادر کردہ مایوس کن ہے اور نتیجتاً بلوچستان کے عوام ان سے مایوس ہو چکے ہیں۔ جناب اسپیکر۔ میں نے اپنی حسب استطاعت جو محسوس کیا تھا وہ یہاں پر بر ملا کہہ دیا ہے اور میں مشکور ہوں کہ آپ نے بڑی شفقت سے مجھے سنا اور مجھے اس کا موقع دیا کہ جو میں محسوس کروں یہاں بیان کر دیں۔

جناب اسپیکر۔ آپ کا شکریہ۔

جناب اسپیکر۔

معزز اراکین سے گزارش ہے کہ وہ بھٹ بھٹ سے باہر نہ جائیں۔ اب جناب عبدالحمید خان اچکزئی صاحب۔

مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی

جناب اسپیکر صاحب اور معزز ممبران اسمبلی! جہاں تک بجٹ کا متعلق ہے میں سمجھتا ہوں یہ ایک پورا کوٹنگ قسم کا روٹین (routine) بجٹ ہے جس میں لوپ سائڈینس (Lopsidedness) کا کافی حد تک اس میں توازن نہیں ہے جہاں تک آبادی کا اور مختلف قومیتوں کا بلوچستان میں متعلق ہے اور جیسا کہ آپ نے کہا اور میں کوشش کرونگا کہ بجٹ کے دائرے میں رہتے ہوئے بات کروں۔

میں چھوٹی سی ایک مثال دیتا ہوں اب بیٹھے بیٹھے میں نے یہاں اے ڈی پی اٹھایا اور دیکھا میں نے محکموں کی ٹوٹنگ کی اور نتیجہ یہ نکلا کہ تقریباً ۲۵ محکمے جن میں اے ڈی پی کی نئی اسکیمیں فراہم کی گئی ہیں ان میں ساڑھے چار سو اسکیموں میں سے صرف پانچ اسکیمیں اور وہ بھی پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ کی ہیں فقط پانچ اسکیمیں اور باقی چوبیس محکموں میں میرے حلقے سے کوئی بھی اسکیم نہیں ہے۔ جناب والا! اب اس ڈیپارٹمنٹ کی ہم کیا بات کریں۔ پوزیشن تو یہ بنتی ہے کہ ساڑھے چار سو میں سے صرف پانچ اسکیمیں پبلک ہیلتھ کی ہیں۔ جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے ترقیاتی پروگراموں کے لئے ایک سو ۴۵ کروڑ روپے ہے اور اسکی تقسیم یہ ہے کہ ہم ممبران اسمبلی پی اینڈ ڈی ڈی پارٹمنٹ کے ساتھ کافی ایکسپنڈیٹ کر چکے ہیں ہم کو یہ بتایا گیا کہ یہ ایک سو ۴۵ کروڑ روپے فقط آن گونگ اسکیمز کے لئے کافی ہیں گویا بلوچستان میں نئی اسکیم کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور جب گنجائش ہی نہیں ہے تو پھر کیا رہا۔ جناب والا! جہاں تک ہماری پرانی اسکیمز کی پوزیشن ہے جسے میں نے آپ کے سامنے دکھا ہے کہ میرے حلقے میں آن گونگ اسکیمز کا ڈیڈول نہیں کی تعداد یہ ہے ایک سو ۴۵ کروڑ روپے اور ان میں ایم پی اے ایکسپنڈیڈ پروگرام (accelerated)

(programme) کے بجائے لاکھ بھی شامل کرتے ہوتے یہ تمام ایک سو ۲۵ کروڑ ختم ہو گئے ہمارے لئے کچھ بھی نہیں بنائی اسکیمیں نہیں ہیں بلکہ صرف یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اس بارہ کروڑ جو بچیں گے ان سے ہم ایم پی ایز کو ایک رو یا تین اسکیمیں دیدیں گے اسکے علاوہ ایک سو ۲۵ کروڑ روپے خصوصی ترقیاتی پروگرام کی مد میں ہیں اگرچہ ان کا تعلق حکومت بلوچستان سے تو ہے لیکن ان کا ستر فیصد تعلق غیر مالک سے ہے اور باقی تیس فیصد بھی مرکزی حکومت اس میں نائننگ کرتی ہے۔ گویا اس خصوصی ترقیاتی پروگرام سے بھی گورنمنٹ آف بلوچستان کا کوئی تعلق نہیں ہے جہاں تک اس پروگرام کا تعلق ہے تو میں نے متعلقہ قسطوں میں ابھی دیکھا اور اندازہ لگایا کہ صاف طور پر اور ظاہراً یہ بجٹ لوپ سائیڈڈ (Lopsided) ہے اور بڑی حد تک اسکیمیں اپنے نام کی نوعیت سے بلوچ ایریا میں ہیں اور کوئی بھی اسکیم نام کی نوعیت سے پشتون ایریا سے متعلق نہیں ہے بلکہ آج تک پشتون علاقے میں سینگشن نہیں ہوئی۔ یہ تو پوزیشن ایک سو ۲۵ کروڑ روپے کے خصوصی ترقیاتی پروگرام کے بارے میں ہے۔ اب اس کا تدارک کیسے کیا جائے تو اس ضمن میں میں جو بات حکومت کو تجویز دوں گا۔ گویا تمام بڑی بڑی اسکیمات بلوچ علاقوں میں ہیں جناب والا جب ہم نے پوچھا کہ پشتون علاقے کے لئے یہ اسکیمات کیوں نہیں ہیں جواب دیا کہ یہ اسکیمیں پہلے سے شروع تھیں اور کوئی موقع ہی نہیں ملا کہ پشتون علاقے کے لئے کوئی بڑی بڑی اسکیمات شروع کی جائیں اب جب موقع ملا نہیں ہے اور اب یہ اسکیمات خصوصی پروگرام میں بھی نہیں ہیں مگر خصوصی پروگرام میں بھی میرے حلقے کی اسکیم نہیں ہے تو میں تجویز کروں گا کہ یہاں بھی بڑی اسکیمات رکھی جائیں۔

اس اسمبلی نے گذشتہ اجلاسوں میں تین قراردادیں پاس کی ہیں۔ ان میں سے ایک قرارداد ٹی بی کے بارے میں تھی اور تیسری قرارداد داد سرور خان کانٹریکٹ طرف سے آئی تھی کہ زمیندار بڑا اوپلا کر رہے ہیں کہ ایران سے جو فروٹ آ رہا ہے۔ اس کو بند کر دیا جائے یہاں کے کسانوں کا بہت نقصان ہو رہا ہے اور ان قراردادوں کو اس ایوان نے پاس کیا ہے۔ اب پتہ نہیں ہے ان کو کیوں پاس کیا جاتا ہے یہ اس ایوان کی ذمیت بنتا ہے یا ان پر عمل درآمد بھی ہوتا ہے۔ اور تیسری قرارداد جو زیر زمین پانی کم ہونے کے بارے میں تھی میں نے اس قرارداد کو پاس کرنے کے لئے میکینیکل تجربہ بھی بیان کی تھیں۔ زیر زمین پانی کم ہو رہا ہے میں نے عرض کیا تھا کہ اس کو پرائیورٹی بیسز (priority basis) پر شروع کیا جائے اور اس پر عمل درآمد کے لئے وفاقی حکومت کو بھیجا جائے اگر اس کو پلان کر کے وفاقی حکومت کو بھیجا جائے اور ان علاقوں میں پانی جو بغیر کسی امتیاز کے نکالا جا رہا ہے اور اگر یہ پانی نکالنے کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو مجھے یقین ہے کہ سال بعد یہ جتنے بھی پشتون علاقے ہیں انکے لوٹل باغات خشک ہو جائیں گے یہ پندرہ سال بعد یا بیس سال بعد خشک ہو جائیں گے یہ سیدھا حساب ہے اس طرف لوگ توجہ نہیں دے رہے ہیں یہ قرارداد میں نے اس سلسلے میں پیش کی تھی اسکو حکومت اپنے خصوصی ترقیاتی پروگرام میں شروع کر دے اور اس کو جلد از جلد شروع کیا جائے اور ان ترقیاتی پروگرام کو یا تو فیڈرل حکومت کے پاس بھیجا جائے کیونکہ یہ رقومات وہاں سے آئیں گی۔ یہ بہت بڑا منصوبہ ہو گا اس کے لئے وفاقی حکومت سے بھی مدد طلب کرنا ہوگی اور اسکے لئے اپنی صوبائی حکومت کو بھی تنگ کرنا چاہیے جو ہمارے پاس دونوں موجود نہیں ہیں۔ اس کے بعد پانی کا ہی بیس

ٹھیک ہو جائے گا اور ہمارے لپٹون علاقے کا جو سب سے بڑا مسئلہ ہے وہ حل ہو گا یہ سیریس (serious) معاملہ ہے حکومت اس پر غور کرے اس سے ہمدی اولاد کو بھی فائدہ ہو گا اور اگر پانی ذمیر زمین کم ہونے کا سلسلہ جاری رہا تو بلوچستان کے لئے سوائے تباہی اور بربادی کے کچھ زمینداروں کا نقصان ہو رہا ہے اس لئے باہر سے فروٹ بند کیا جائے۔ اور اس پر مزید کارروائی کی جائے۔

جناب والا! بجٹ کے سلسلے میں عرض ہے کہ پانچ سو پندرہ کروڑ نان ڈویلپمنٹ کے لئے رکھے ہیں اور دوسرے ستر کروڑ کا تو میں نے ذکر کیا ہے اور اس رقم میں ہمارے لپٹون علاقے کے لئے کوئی خصوصی پروگرام نہیں ہے ہمدی جو چھوٹی چھوٹی اسکیمیں ہیں انکو شروع نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ خصوصی ترقیاتی پروگرام جو ممبران کو دیا جاتا ہے اس میں ہم بلڈوزر کے گھنٹے دیتے ہیں اس میں رگ یا بورنگ لوکن (Boring Rig) کو دیتے ہیں ان کے لئے ننگ ہیں نہ بلڈوزر ہیں تمام کام ایسے ہی پڑے ہوتے ہیں آگے خدا جانے ان کا کیا حشر ہو گا یہ تو ترقیاتی پروگرام کی بات ہے۔

ایک اور چیپسز جس کے متعلق میں محسوس کرتا ہوں جس کے متعلق بار ورتی صاحب اور دوسرے حضرات نے بھی کہا ہے جو بجٹ نان ڈویلپمنٹ کا ہے اس میں خسارے کا بجٹ بھی شامل ہے۔ کیا پانچ سو پندرہ کروڑ روپے نہیں ہے اور یہ سارے ڈویلپمنٹ پروگرام اور ان تمام فنانس سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جناب اسپیکر! دوسری قرارداد میں نے ٹی بی کے متعلق پیش کی تھی جس ملک کے عوام پچاس فی صد ٹی بی کے مر لیں ہوں وہ ملک کی کیا خدمت کریں گے آپ ان سے سو سائٹی کی کیا خدمت لیں گے اسلام کی کیا خدمت لیں گے میں نے یہ قرارداد اس لئے پیش کی تھی لیکن اس سلسلے میں بھی کچھ نہیں ہوا اور یہ بھی اسمبلی یا حکومت

کی فائیل کی زمینت بنی ہوئی ہے اور تیسری قرارداد جیسا کہ میں نے پہلے کہا سرورخان کاکٹر کی جانب سے تھی جسکے متعلق بڑا شور اور غوغا ہے اس کے متعلق پیچ و پکار ہے کہ ہمارا پھل فروخت نہیں ہو رہا ہے ٹیکس سے اور قیمتی پانی سے وہ باغوں کو پانی دیتے ہیں اور اسکی جو پیداوار ہوتی ہے جس طرح سے پہلے سالوں سے اس کا تجربہ تھا اگر اس طرح سے ہوتا رہا تو بہت نقصان ہے ہم تو ایران کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں اس معاملہ میں وفاقی حکومت سے مطالبہ کرونگا کہ اس پر غور کرے اور اپنی صوبائی حکومت سے عرض کر دنگا کہ وہ اس معاملہ کو وفاقی حکومت کے پاس اٹھائے اور وفاقی حکومت سے پوچھے کہ یہاں خصوصی ترقیاتی پروگرام کے لئے رقم باہر سے آتی ہے اور پانچ سو پندرہ کروڑ روپے بھی تو ہمارا نان ڈویلپمنٹ پروگرام کا حصہ ہے۔ جب کہ نان ڈویلپمنٹ پروگرام میں ممبران اسمبلی کو صحیح طور پر اعتماد میں نہیں لیا گیا ہے یہ کامیاب اور مخلوط حکومت شاید یہ سمجھتی ہے کہ دوسرے ممبران اسمبلی سے مشورہ نہیں کرنا ہے اور اس سلسلے میں وہ سوچتے ہیں کہ دیگر ممبران اسمبلی کا کوئی حصہ نہیں ہے اور جنہی بھی ہم حکومت کے ساتھ میٹنگ کر چکے ہیں اس میں پانچ سو پندرہ کروڑ نان ڈویلپمنٹ کا کوئی ذکر نہیں آیا ہے یہ فیصلے وہ خود کرتے ہیں وہ خود اس میں پھنس جاتے ہیں خود فیصلے کرتے ہیں اور خود ہی اس کے مدارک کے لئے سوچتے ہیں ہمارے ڈویلپمنٹ کے حصہ کا بھی اسکے ساتھ کافی تعلق ہے میں اپنے علاقے کی مثال دیتا ہوں میرے علاقے میں پچھلے ایم پی اے صاحبان نے ہسپتالیں بنائی ہیں لاکھوں روپے خرچ کئے ہیں اسکول بناتے ہیں یہ چیزیں نہایت خستہ حالت میں ہیں کہیں اسکول ہیں تو ماسٹر نہیں ہے ماسٹر ہے تو اسکول نہیں ہے کہیں ہسپتال پے پانچ آٹھ لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں تو وہاں پر کچھ نہیں ہے۔ اگر کوئی بلڈنگ کھڑی ہے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا ہے اب وہ گری ہی ہیں تباہ ہو رہی ہیں اب

صاحب نے اپنی ذاتی کوششوں کی وجہ سے ۱۵ میل کاٹ کر کے بمیں میل کروایا۔
اب بمیں میل (probably he can not touch it, I do not know.)

تو وہاں کوئی جان نہیں سکتا اور کوئی آ نہیں سکتا خواہ وہ مریض ہی کیوں نہ ہو۔ میں
آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔ یہ ایک دو ہفتہ کی بات ہے۔ میں نے ڈپٹی کمشنر
پشین صاحب سے درخواست کی کہ توہ اچکڑی کے علاقوں میں لوگوں کو گندم کی ضرورت
ہے لہذا آپ کسی شخص کو دوسو بوریوں کی پرمٹ دے دیں۔ تاکہ وہ انہیں
وہاں جا کر تقسیم کرے۔ ڈپٹی کمشنر نے اس سے اتفاق کیا اور انہوں نے دوسو بوریوں کا
پرمٹ اس علاقہ کے لئے دے دیا۔ پہلی کیمپ یعنی ایک سو بوریوں کا جب وہ توہ اچکڑی
لے جا رہا تھا اور اس کے پاس پرمٹ بھی تھا۔ لیکن ملیشیاء والوں نے اسے پکڑا۔
جناب یہ ویلڈ (valid) پرمٹ ہے۔ اسے آپ نے کیوں پکڑا ہے۔ جناب
وہاں کا جو کرنل ہے۔ ان سے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔

نہ بلوچستان کی گورنمنٹ، نہ یہاں کے وزراء اور نہ ہی یہاں کی بیوروکریسی
(He is all in all)
کوئی بھی کرنل صاحب سے یہ نہیں پوچھ سکتا کہ انہوں نے یہ گندم کیوں روکا ہوا ہے۔
دو ہفتے گزرنے کے باوجود ابھی تک اسکا فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ ٹھیک سمجھ گندم
کے وہاں پکڑا ہے ویلڈ پرمٹ (valid permit) کے ساتھ۔ لوگ ایک
بوری یا دو بوری یا تین بوری اٹا اپنی ضروریات کے لئے لے جاتے ہیں۔ تو اسے
ملیشیاء والے اتار لیتے ہیں۔ آپ یقین جانیں کہ رات کو وہاں سے گندم کے کاروان
چلتے ہیں جس پر ہمارے بجٹ کے متعلق وزیر خزانہ صاحب کہتے ہیں کہ ہم سبسڈی
(subsidy) پر خرچ کر رہے ہیں۔ ہمارے بجٹ میں ۲۵ کروڑ روپے گندم کی سبسڈی
کا خرچہ ہے۔ وہ گندم بلا روک ٹوک سرحد جاتی ہے اور وہاں سے دوسری جگہ لیجائی

جاتی ہے۔ یہ دن دھاڑے ہو رہا ہے۔ اب وہ بیس میل کی بات یا فیڈرل گورنمنٹ کی بات اپنی جگہ پر ہے۔ مگر یہ گندم تو بلوچستان کی حکومت کا ہے۔ یہ ان کے ہاتھ کیسے لگتا ہے۔ یہ کون لوگ ہیں جو انہیں لے جا رہے ہیں اور اسکے مقابلہ میں وہاں کے لوگوں کو راضی نہیں ملتا ہے پچیس تیس سال پہلے جو راشن کارڈ تھے وہ ابھی تک چل رہے ہیں، یعنی چین شہر سے گاؤں اگر دو تین میل پر ہے تو دو تین میل چین سے وہ آپ وہاں پر راشن نہیں لے جا سکتے ہیں۔ ان حالات میں وہاں کے لوگ گزارہ کر رہے ہیں۔ میں وزیر اعلیٰ، دوسرے معزز وزراء اور اپنے پوزیشن کے دوستوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ ہم وہاں مارشل لاء میں رہ رہے ہیں اور گزارہ کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جہاں تک ترقی کا تعلق ہے۔ جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے۔ ان لوگوں کے متعلق کبھی آپ لوگوں نے سوچا بھی ہے؟ وہاں پر نہ ایگریکلچر ہے، نہ ہی

انڈسٹری ہے اور نہ ہی وہاں پر کوئی کاروبار ہے۔ (It is just a barren land)

ایک دلچسپ واقعہ آپ کو سناؤں۔ ایوب خان ایک دفعہ چین آیا تھا ان کے ساتھ صدر صاحب بھی تھے۔ افغانستان میں اس وقت ظاہر شاہ کی حکومت تھی۔ وہاں کے عوام نے کہا کہ اگر آپ اور ظاہر شاہ یہاں پر آکر رہیں تو ایک مہینے کے بعد آپ لوگ بھی اسمگلنگ شروع کر دینگے۔ یہاں ہم اور کیا کریں یہاں نہ انڈسٹری ہے، نہ ایگریکلچر ہے اور نہ کوئی اور ضروریات زندگی ہے۔ اب آپ اسے اسمگلنگ کہیں لیکن ہم اب اسے اسمگلنگ نہیں کہتے ہیں۔ یہ ہماری ضروریات زندگی بن گئی ہے اور ہم اسے سرعام ٹریڈ کہتے ہیں۔ چاہے ملیشیا، وائے ایس، ماریں یا نہ ماریں۔ ہم افغانستان والوں کے ساتھ یہ ٹریڈ (trade) کرتے رہیں گے۔ وہاں اور کوئی ذریعہ معاش ہی نہیں ہے۔ یہ جو آپ خصوصی پروگرام بناتے ہیں یا اسپیشل پروگرام بناتے ہیں کبھی چین کے متعلق

ہسپتال اسکول اور سرکاری عمارتوں کی مرمت نان ڈیلویلپمنٹ سے ہوتی ہے اس لئے کہ اس سے ہمارا تعلق ہے آخر یہ چیزیں کہاں سے بنیں گی۔ ان کی مرمت کیلئے پیسہ کہاں سے آئے گا۔ ڈیلویلپمنٹ میں تو اس کے لئے پیسہ نہیں ہے۔ اور جب ہم دریافت کرتے ہیں کہ یہ اسکول یہ ہسپتال وغیرہ انکو کس طرح سے مرمت کریں گے یکس کی اسکیمات ہیں اس کے پیسہ کا کیا ہو گا تو اب میں اسکے متعلق کیا کہوں بات چلی جاتی ہے ایم پی اے سے متعلق تحقیقاتی کمیٹی کی جو رپورٹ ہے۔ اس رپورٹ میں کیا ہے جیسا کہ ہمارے لپٹو کی مثال ہے کہ تھیلے میں سانپ ہے سانپ کا مرد کھا دیتے ہیں جس سے کوئی خطرہ ہو کہ اگر یہ تم نے کیا تو سانپ چھوڑ دوں گا اب پتہ نہیں ہے کہ یہ رپورٹ کب آئے گی اسکی کیا خصوصی وجوہات ہیں اس کے لئے کیا سیاسی مصلحتیں ہیں اگر یہ نہ آئی تو آئندہ کے لئے بھی ایک روایت بن جائے گی اور پھر ہمارا احتساب کون کرے گا کیسے کرے گا۔ اس قسم کی رپورٹیں تو منظر عام پر آنی چاہئیں کیوں انکو دبا جا رہا ہے اس میں کیا مصلحتیں ہیں کبھی یہ کہتے ہیں کہ رپورٹیں ضروری ہیں ہم نے بھی تو بلیک کو اعتماد میں لینا ہے پھر لبر میں کہا جاتا ہے کہ اس میں جان نہیں ہے ابھی پتہ نہیں ہے کہ اس میں جان ہے یا نہیں ہے۔ ان باتوں کا جسکا میں ذکر کر رہا ہوں اس سے پتہ چل جائے گا۔ ہسپتال، اسکول اور یہ بلڈنگیں یا جن چیزوں پر یہ خرچ ہوئے ہیں۔ یہی تو ان کا احتساب ہے اور انہیں چیزوں پر یہ خرچ ہوئے ہیں۔ کیا ہوا ہے، کیا نہیں ہوا ہے اور کیا سلسلہ کیا تقصیر ہے۔ اسی احتساب سے اور انہیں رپورٹوں سے اس کا پتہ چلے گا۔ اس سلسلے میں پچھلے اجلاس میں کوئٹہ میونسپلٹی سے متعلق ایک رپورٹ تھی اور مولانا نور محمد صاحب نے کہا تھا کہ یہ سیکرٹ ہے اور اسے ہم نے وزیر اعلیٰ صاحب کو دیا ہے۔ یہ بھی تقریباً اسی قسم کی بات تھی۔ کوئٹہ میونسپلٹی کا رپورٹیشن کی جوہر عنوانات

ہیں، جو غلط چیزیں ہیں اور جو غلط قہے ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں باقاعدہ کمیٹی کی رپورٹ

I have heard a lot of things about it.

اس میں بھی بدعنوانیاں ہیں۔ اب اس قسم کی رپورٹ اگر سامنے نہ آئیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں صحیح طریقے سے اعتماد میں نہیں لیا جا رہا ہے۔ اسمبلی کو اپنے اعتماد میں نیا جاتے اور اس قسم کی رپورٹوں کو منظر عام پر لانا چاہیے۔ جناب والا! میں ایک ایسے حلقہ سے تعلق رکھتا ہوں جو کہ پاکستان کے بارڈر پر ہے۔ جو بارڈر سے تقریباً ساڑھے اسی علاقہ میں میل کے بیٹ میں آتا ہے۔ جب ہم بلینیلو یا دوسری چیزوں کے متعلق شکایت کرتے ہیں تو وزیر اعلیٰ صاحب کہتے ہیں کہ یہ ملیشیاء والوں کا آئینی حق ہے کہ وہ بیس میل کے اندر حسب طرح چاہتے وہ آپریٹ OPERATE کر سکتے ہیں۔ میں نے دو تین دفعہ ذاتی طور پر وزیر اعلیٰ صاحب سے درخواست کی ہے کہ اس معاملہ کو سلجھائیں۔ ہمارے لوگوں کو چین کے علاقے میں سخت تکالیف ہیں اور کشت و خون ہو رہا ہے۔ لوگ مارے جا رہے ہیں۔ اس علاقے میں ضروریات زندگی لے جانے کی اجازت نہیں دی

جا رہی ہے اور چینز ہیں۔ شام کو ایک کیمپ بنایا جاتا ہے۔ Presently we

are living under Martial Law Conditions in Chaman آپ خود جا کے دیکھ لیں، وہاں پر ہم مارشل لار کے زیر اثر رہ رہے ہیں۔ ہم بچھلی دفعہ خوش تھے کہ ایک قرارداد ملیشیاء والوں کے سلسلے میں آ رہی تھی۔ مگر وہ کچھ اور باتوں اور مصلحتوں کی نظر ہو گئی۔ وہ بات وہی کی وہی رہ گئی ہے۔ اب بیس میل کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ جس کے متعلق وزیر اعلیٰ کہتے ہیں کہ وہ ان کا ڈوئل (duel) نہیں ہے ان کا جیو سڈکشن (jurisdiction) نہیں ہے، مگر ایک طریقے سے ہے بھی۔ پس یہ سمجھتا ہوں پہلے تو شاہد یہ بیٹ پنٹیس ۳۵ میل تک تھا پھر وزیر اعلیٰ

سوچا بھی ہے کہ وہاں پر کیا کر رہے ہیں یا کیا نہیں کر رہے ہیں؛ اس کے علاوہ میں نے وزیر قانون صاحب سے جو کہ وزیر زراعت بھی ہیں بار بار درخواست کی ہے کہ وہ رگنر (Rigs) اور بلڈوزر کی پوزیشن کو امپروو (improve) کیا جاتے اور یہ جو ۵۰ لاکھ روپے ان کو دیتے جاتے ہیں وہ اکثر رہ جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں مہیا نہیں ہوتی ہیں۔ نان ڈویلپمنٹ (Non-development) سبجٹ میں، میں وزیر خزانہ صاحب کو یہ تجویز دوں گا کہ نان ڈویلپمنٹ سبجٹ کے لئے اسمبلی ممبران کے ساتھ اسپیشل اجلاس ہونا چاہیے تاکہ ہم نان ڈویلپمنٹ سائڈ کو بھی دیکھیں۔ اسے آپ کیوں اپنا پرسی روگٹیو (pre-rogative) سمجھتے ہیں کہ نان ڈویلپمنٹ سبجٹ کے ساتھ اسمبلی کے ممبران کا کوئی تعلق نہیں ہونا ہے یا پھر کابینٹ (Cabinet) اور ان کی مخلوط حکومت ہے۔ یہ اس کی پرسی روگٹیو ہے (pre-rogative) کہ جس طرح

سے چاہیں اسطرح کریں۔ جناب والا یہ تو میں سبجٹ کے متعلق میں کچھ گزارشات تیار ہاتھ لیکن اس صوبے کے کچھ ایسے سیاسی واقعات ہیں جن کے متعلق میں کچھ مختصراً دو چار باتیں کہوں گا۔ جناب والا! اس ایوان میں کچھ عرصہ سے پیپلز پارٹی کا ایک قسم کا میل یا چلا آرہا ہے۔ اگر کوئی ہماری مصیبت ہے، کوئی تکلیف ہے یا سبجٹ کی کمی ہے اور یا کوئی اور بات ہے ٹر ڈیرری بینچرز کو پتہ ہو گا۔ وہ سارا لڑنا (Probably they are fight) پیپلز پارٹی پر ڈالتے رہے ہیں۔ بات جاتے جاتے یہاں تک آ جاتی ہے کہ ہماری پارٹی اور ہم سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ پیپلز پارٹی دعویٰ کر رہی ہے کہ لپٹو نخواہ میپ اس کے ساتھ ہے یہ پپس کا ضمیر ہے۔ تو میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ یہ خاص قبائلی علاقہ ہے چھوٹی چھوٹی باتوں کو لڑا کیا جاتا ہے۔ اگر ہم بلوچستان کی گذشتہ تاریخ کو دیکھیں تو ہم ایم۔ آر۔ ٹوی میں ساتھی

تھے۔ پیپلز پارٹی کے ساتھ اور پی۔ این۔ پی کے ساتھ۔ ایم۔ آر۔ ٹوی میں ہمارے متفقہ فیصلے ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو ٹیڈ کے سٹرکوں پر جب جنرل رحیم الدین جس کو بلوچستان کے لوگ جنرل ٹوڈا کہتے ہیں جب اس نے یہاں گولیاں چلائی تو ہمارے نوجوانوں نے قریب بایاں دیں اور کوٹھ کے سٹرکیں خون سے رنگین ہوئیں تو اس وقت ہم پیپلز پارٹی کے ساتھ تھے اور پیپلز پارٹی کی حمایت اس وقت ہم کرتے تھے جب وہ آمر کے خلاف لڑتی تھی اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسکی تعریف نہ کریں۔ پیپلز پارٹی نے آمر کے خلاف قریب بایاں دی ہیں۔ بھٹو خاندان نے یا کسی نے بھی اس سلسلے میں قریب بایاں دی ہیں تو کیونکہ ہم تعریف کریں تو اس وقت ہمارے نوجوان خون دے رہے تھے۔ کوٹھ کے سٹرکوں پر قریب بایاں دے رہے تھے۔ تو اس وقت ہم ساتھ تھے۔ جب آمر چلا گیا اور پیپلز پارٹی آگئی اور حکومت سنبھالی۔ پھر جس وقت ہمارے اسمبلی میں ایک ووٹ تھا اور بلوچستان اسمبلی توڑ دی گئی۔ اس وقت ہم نے مناسب سمجھا تحریک میں موجودہ گورنمنٹ کے ساتھ تحریک تھے۔ اور اکٹھے تحریک چلائی۔ ہم کیسے پیپلز پارٹی کے لوگ ہیں ہم پیپلز پارٹی کے خلاف آپ کے ساتھ تھے۔ جب آپ کی گورنمنٹ بنی صحیح طریقے سے نہیں چل سکا۔ ملا صاحبان نکل آئے ان کو شکایت تھی پھر ہم نے ان کو ووٹ دیا۔ خواہ وہ کسی طرف ہو اب اگر پیپلز ورک پر وگہ ۴۰۔ دوسری چیزیں ہیں ہم نے آپ کی حمایت کی ہے۔ ہم نے کبھی بھی پیپلز پارٹی کی حمایت نہیں کی مگر جہاں پیپلز پارٹی کا کردار ہے دول ہے اسکو کہنا پڑتا ہے۔ جب حضرت اللہ خان جمالی صاحب نے اسمبلی توڑ دی تو آپ دونوں ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ اب آپ دونوں شیر و شکر ہیں ہم خوش ہیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

جناب والا۔ میں اپنے ممبران صاحبان کو ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ پشتون اور بلوچ دو بڑی قومیں ہیں انہیں صوبے کے اور اس میں رہ رہے ہیں کافی عرصے سے اور ہمارے اچھے

برادرانہ تعلقات ہیں۔ ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہمارے تعلقات خراب ہوں۔ یا خدا نخواستہ ان تعلقات کو خراب کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری لپٹو نخواستہ میپ کی قطعاً یہ پالیسی نہیں ہے مگر بات یہ ہے کہ ایم۔ آر۔ ڈی کے زمانے سے ہم نے صوبوں کی خود مختاری کو تسلیم نہیں کیا۔ یہ ہماری سیاست اور منشور۔ ہماری ڈسپین (decision) ایم۔ آر۔ ڈی میں موجود ہے۔ اس وقت ایم۔ آر۔ ڈی میں ہم نے کہا ہم صوبائی خود مختاری نہیں بلکہ قومی خود مختاری چاہتے ہیں آپ دیکھیں سندھ میں کیا تماشے ہو رہے ہیں۔ سندھی بھی خود مختاری چاہتے ہیں اور بلوچ ہمارے ساتھ اس بات سے متفق ہیں کہ وہ بھی یہی بات کہتے ہیں۔ ہم بھی یہ کہہ رہے ہیں۔ اور پنجاب کو یہ صاف کہنا ہے۔ اگر بلوچوں کو قومی خود مختاری پنجاب سے ان کی ڈیمانڈ ہے لپٹو نوں سے ہے۔ کسی سے ہے۔ ہم مل بیٹھ کر یہ فیصلہ کر سکیں کہ کون سا علاقہ کس کا ہے مگر قومی خود اختیاری ہمارا منشور ہے۔ اور ہم کسی قسم کے بازاری دھمکیاں بیانات اور غیر ذمہ دار قسم کی حرکتوں سے نہیں ڈرتے۔ حالانکہ ہم نے اپنے بی۔ این ایم کے دستوں کے ساتھ بیٹھے ہیں ہم نے باتیں کی ہیں بار بار ان کو کہا کہ تصفیہ طلب مسائل ہیں ہم بیٹھ کر یہ فیصلہ کر سکیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کو حل نہ کریں۔ مگر غیر ذمہ دار قسم کے لوگ ہیں اس قسم کے بیانات دیتے ہیں کہ لپٹو نخواستہ میپ بلوچوں اور لپٹو نوں کو آپس میں لڑانا چاہتی ہے۔

یہ کام اس قسم کا رواج بن گیا ہے۔
جناب والا! اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم بھائی بھائی ہیں ایک صوبے میں رہتے ہیں جب بے نظیر ہم سے بلوچستان سے یہ کہتی ہے۔ کہ بھائی بھائی ہیں مسلمان ہیں کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ آپ کہتے ہیں کہ کسی کسی آئی کی میننگ بلاؤ جا راجت ہمیں دو ہماری طلاں چیز کا سرچاچ دو ہم کو یہ دو ولدو اس وقت ہمارے ڈیمانڈز اس قسم کے ہوتے ہیں یعنی

جب تک ہم کو ہمارا حق نہیں ملتا تو مسلمان مسلمان یعنی بھائی بھائی کا کیا مسئلہ وہی بات جب آپ بے نظیر سے اتفاق نہیں کرتے کہ بھائی بھائی اس وقت ہوتا ہے جب آپ کسی کے حق کو تسلیم کریں اگر آپ حق کو تسلیم نہیں کرتے تو بھائی بھائی کس بات کا۔ یہی بات ہم آپ سے کرتے ہیں۔ کہ آپ حق کو تسلیم کریں مساوی بنیادوں پر صحیح مردم شماری کو اپنی بالکل جمہوری انداز میں ہم کو تسلیم ہے جب تک ہم اس صوبے میں اکٹھے رہتے ہیں تو کسی قسم کی لڑائی میں الجھنا نہیں چاہیے ہم بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں مگر حق تسلیم کئے بغیر یہ بھائی بھائی کا معرہ نہ بے نظیر کے ساتھ چل سکتا ہے اور نہ آپ کے ساتھ چل سکتا ہے۔ اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ حق دو بھائی کو

جناب اسپیکر! ایک اور بات چین کے سلسلے میں جب وہاں بیماری ہو رہی تھی۔ شاہد جو نیچو کے زمانے میں سنٹرل گورنمنٹ ۱۱ لاکھ روپے کی امداد بھیجی تھی۔ میں اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ صاحب کو خط لکھا بے نظیر صاحبہ کو لکھا گورنر بلوچستان کو لکھا کہ اس سلسلے میں لسٹ بنائی ہے اور یہ امداد تقسیم کی جا رہی ہے یہ غلط ہے اور یہ مستحق لوگوں کو نہیں پہنچے گی بد قسمتی سے نہ وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے جواب آیا۔ میرے خیال میں یہ اپنا حق سمجھتا تھا۔ کہ کم از کم وزیر اعلیٰ بھائی نے اس کے بیوروکریسی پر ڈپنڈ (depend) کرتا۔ ان کی معلومات کے لئے کم از کم ایک عوامی نمائندے کی حیثیت سے مجھے بلا کر تفصیل پوچھتے کہ رقم کیسے تقسیم کی جائے۔ کیونکہ جس قسم سے تقسیم کی گئی وہ بالکل غلط طریقہ ہے اور پیسے ایسے لوگوں کے ہاتھوں چلے گئے جو پاکستان بھی نہیں ان لوگوں کو یہ امداد دی گئی ہے۔ اگر آپ مجھے اعتماد میں لیتے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان پیسوں کی تقسیم غلط ہوتی۔ میں نے وزیر اعلیٰ کو خصوصی لیٹر لکھا تھا۔

جناب وال! ایک اور بات ہمارے ہاں بلوچوں اور پشتونوں میں بہت بہت

مشترک اور روزنی بات ہے۔ وہ سنگینی طبع یہ میری اپنی ٹیکنالوجی ہے پتہ نہیں کوئی صحیح لفظ ہے۔ پشتون اور بلوئچ تاریخ کی طور پر روایتی طور پر بڑے سنگینی طبع ہیں۔ اور ان کی اپنی روایات ہیں ابھی سردار مفصل انداز میں بات کی خوب میں ہمارے سلیمان خیل اور مندوخیل دو قبیلے ہیں۔

میں نے چیف سیکرٹری تک یہ بات پہنچائی۔ بلوچستان گورنمنٹ تک یہ بات پہنچائی اخباروں میں آئی۔ اس سلسلے میں میں نے پریس کانفرنس کی اور یہ نشان دہی کی کہ ان لوگوں کو چھڑائیں کیونکہ جب بدی کا سلسلہ چل پڑتا ہے۔ تو یہ ختم نہیں ہوتا۔

میں بلوچستان گورنمنٹ کو ایک بار پھر التجا کرونگا کہ اس سلسلے میں دل چسپی (progressive) میں نے ابھی قراردادوں کے متعلق بات کی ہے۔ میں یہاں پر پراگریسیو دوست مکران سے خصوصاً جن کا متعلق ہے ہم اکثر بیٹھ کر سیاسیات پر بحث کرتے رہتے ہیں کم از کم ۱۵۰ پنے آپ کو پراگریسیو سمجھتے ہیں بہر حال میرا مطلب یہ ہے کہ عوام کی خدمت کو اپنا شعار سمجھتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ مزدوروں کی صحیح معنوں میں خدمت کرنا چاہیے غریبوں کی خدمت کرنی چاہیے لیکن میں حیران ہوں کہ جب بلوچستان گورنمنٹ فنڈز جنریٹ (generate) نہیں کر سکتی کہ اس مقصد کے لئے ٹیکس لگانے کے لئے ان کے پاس مزید گنیاکش نہیں ہے معاملہ سارا تیس کروڑ روپے جا کر اڑ جاتا ہے تو میں آپ کو تجویز دوں گا۔ اپنے پراگریسیو دوستوں کو تجویز دوں گا کہ جیسے ٹیپ کے دور میں یہاں ایک قرارداد آئی تھی وہ بھی اس طرح عملی خدمت کریں وہ آگے آئیں اور یہ چیزیں لوگوں میں تقسیم کریں آخر وہ لفاظی کی حد تک کب تک عوام کی خدمت کرتے رہیں گے۔ پھر ایک سیدھا سادہ فیصلہ کیوں کہ۔ آپ معذرتیاتی کانوں کو نشیلا نہیں کرتے آئیں اور اگلے اسمبلی اجلاس میں ایک قرارداد پیش کریں۔

جیسے میں نے کہا نیپ حکومت نے بھی قرارداد پیش کی تھی مجھے پتہ نہیں اسکا کیا فیصلہ ہوا تھا اس کا کیا بنا شاید میرے دوستوں کو پتہ ہوگا۔ مہر حال مجھے یاد نہیں لیکن نیپ نے تمام کول مائنز (Coal Mines) کو نیشنلائزیشن یعنی سنگ مرمر کو مل کر موم جسم وغیرہ وغیرہ جو لاکھوں ٹن معدنیات کی صورت میں یہاں سے نکلتے۔ یعنی فلاں فلاں تمام معدنیات کو نیشنلائزیشن کر دیا جائے یہ پبلک پراپرٹی ہے یہ گورنمنٹ کی پراپرٹی نہیں بلکہ لوگوں کی پراپرٹی ہے۔ لہذا آپ لوگوں کو اعتماد میں لیتے ہوئے ان کی پوری خدمت کریں انکو نیشنلائزیشن کریں نیشنلائزیشن آف مائنز کے بارے میں میں نے نیپ کا حوالہ دیا کہ ایک زمانے میں یہ معاملہ چل پڑے کہ صحیح طریقے اور ایمانداری سے اس پر کام کیا جائے اس کا یہ علاج نہیں کہ گورنمنٹ آف بلوچستان کو یہ یا وہ مشکلات پیش آئیں گی یہ ہوگا وہ ہوگا وغیرہ وغیرہ جناب والا! یہ دوسرا معاملہ ہے آپ یہ معاملہ آگے لے جائیں اب سیوننگز (savings) کرنا ہو تو جیسا کہ میں نے ذکر کیا اس بارے میں اور جیسے باروزئی صاحب نے کہا جناب اسپیکر۔ آج کل پرائیٹریکا (pristrica اور گلاسٹوسٹ (glossnost) کا زمانہ ہے ساری دنیا میں جمہوری آزادی کا مطالبہ ہے لیٹر پچر سے تو یہی پتہ چلتا ہے اسکی بڑی وجہ سینٹرلائزیشن ہے یعنی سوشلسٹ نظام میں سینٹرلائزیشن اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ بروقت فیصلے نہیں ہو پاتے تھے اور ہوتے تھے تو صحیح اور بروقت ہوتے تھے۔ نیپ گورنمنٹ نے اپنے وقت میں اختیارات کو ڈی سینٹرلائزیشن کیا تھا ایک سیمپل (simple) سی گورنمنٹ تھی۔ نہ کمشنر ہوتا تھا نہ کچھ اور آپ بھی ایک سیمپل سسٹم بنائیں۔

جناب والا! جیسا کہ سردار محمد خان باروزئی صاحب نے سکریٹری کے بارے

میں کہا ہم نے عوام کی خدمت کرنا ہے انہیں اعتماد میں لینا ہے پبلک کو ہم نے ساتھ لے کر چلنا ہے اس کے لئے فنڈز جزیٹ کرنا ہونگے یہ تو نہیں کہ پیپلز پارٹی پر دباؤ ڈالیں یا بار بار یہ کہیں اور مرکز پر دباؤ ڈالیں کہ کونسل آف کامن انٹرسٹ کی میٹنگ بلا کر ہمیں پیسہ دو یہ دو وہ دو نہیں جی ! اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا اور نہ معلوم یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم بجٹ کا نقصان کس طرح پورا کریں گے تو یہ چند تجاویز تھیں میرا خیال ہے کہ ہماری پبلک ان باتوں سے خوش ہوگی کہ مائینز کونٹریبلز کیا جائے۔ آپ نوجوان ہیں آگے آکر کام کریں اور پبلک کی فلاح کیلئے فنڈز جزیٹ کریں۔ جناب والا! میں لوگوں کی فلاح و بہبود کی خاطر ایک مرتبہ پھر گزارش کروں گا کہ جو رپورٹس دہائی گئی ہیں خواہ وہ میونسپل کارپوریشن کی ہوں۔ میونسپل کمیٹی کی ہوں خواہ ایم پی ایز سے متعلق ہوں یعنی ان کا کسی چیز سے بھی تعلق ہو آپ انکو منظر عام پر لائیں تاکہ جو خرابیاں ہوئی ہیں عوام کو پتہ چلے یہ ہمارے لئے بھی ایک سبق ہے تاکہ ہم خود بھی احتیاط کریں ہم نے ان لوگوں سے وعدے کئے ہوئے ہیں کہ خواہ ہمیں پچاس لاکھ ملتا ہے یا پچاس کروڑ ہم آخری روپے تک کیلئے آپکے سامنے جواب دہ ہونگے اور جب تک ہم یہ ذمہ داری قبول نہیں کریں گے اور احتساب کا عمل نہیں ہوگا ہم کامیاب نہیں ہوں گے لہذا مجھے امید ہے کہ میری اس گزارش پر سنجیدگی سے حکومت نوٹس لے گی اور ان تمام رپورٹس کا جن کے متعلق میں نے ذکر کیا اور درخواست کی رپورٹ کو اپن کیا جائے گا۔ اسکے علاوہ قراردادوں پر غور کیا جائیگا۔ پشتون ایریا کیلئے خصوصاً پلان کیا جائیگا۔

جناب اسپیکر ! ایک اور ضروری بات رہ گئی۔ عرض یہ ہے کہ پشتون اور بلوچ دونوں قومیتوں کے بارے میں عرض کر ڈنگا کہ آج کل یہ رسم چل نکلی ہے جو اعلیٰ عہدہ کی پوسٹ خالی ہو جاتی ہے اس پر باہر سے آدمی بلا لیا جاتا ہے ایک طرف ڈانس چانسلر

لگاتے ہیں تو دوسری طرف پوسٹوں پر لوگ لگائے ہوئے ہیں ان میں ڈسکریپنسیز
 ہیں۔ میں یہاں تعصبات کا ذکر نہیں
 (discrepancies) کروں گا۔ بہر حال یہ انصاف نہیں ہے۔ سروسز ہوں۔ خواہ ڈویلپمنٹ ہو اسکا لٹریچر
 (Scholarships) ہوں فنڈز ہوں یعنی کوئی بھی چیز ہو گورنمنٹ برادرانہ اور مساوی بنیاد پر
 چلے ورنہ مجھے ڈر ہے اور میں دیکھ رہا ہوں یہ معاملہ اسمبلی میں نہیں بلکہ سڑکوں پر چلے گا
 اور یہ معاملات سڑکوں پر حل ہوں گے پھر یہ اسمبلی اسکا فیصلہ نہیں کر سکے گی۔
 خدارا آپ اسکا نوٹس لیں ورنہ جہاں پر یہ شکایتیں ہیں ڈویلپمنٹ چارجز اور فنڈز
 کے قسے ہیں یہ سڑکوں پر فیصلہ ہوں گے۔ جناب والا! سروسز سے متعلق یہ ہے کہ
 بلوچستان گورنمنٹ ایک طرف تو جن ملازمین کی بیس پچیس سال سروس ہے کو
 واپس بھجوا رہی ہے انہوں نے اتنا عرصہ یہاں خدمت کی ہے آپ ان کو تو ان کے
 صوبہ واپس بھجوا رہے ہیں دوسری طرف آپ باہر سے لوگ لارہے ہیں گویا یہ ایک
 سو تھ پالیسی (South Policy) نہیں ہے اور نہ جسٹیفائیڈ (justified) ہے
 لہذا وزیر اعلیٰ صاحب کو اس معاملہ پر ذاتی طور پر سوچنا چاہیے ورنہ یہ صحیح نہج پر نہیں
 جائیں گے۔

جناب والا! میں کوئٹہ میونسپل کارپوریشن کے بارے میں بات کر رہا تھا یہ چارہ
 ایک ہی شہر ہے اور وہ رپورٹ خصوصی اہمیت کی حامل ہے جیسے مولوی نذر محمد صاحب
 کہہ رہے تھے کہ وہ رپورٹ سیکرٹ ہے جناب۔ نہ وہ سیکرٹ ہے اور نہ کچھ اور ہے
 بلکہ اسمیں بد عنوانیاں ہیں غلط کام ہوئے ہیں اس لئے میں وزیر اعلیٰ صاحب سے
 ذاتی طور پر درخواست کروں گا کہ اس رپورٹ کو منظر عام پر لائیں کہ آخر وہ رپورٹ کیا ہے
 جناب اسپیکر۔ کھوکے والوں کا قلعہ ہے دن رات ہڑتال ہو رہے ہیں ہم سب

سیاسی پارٹیاں اس بات پر متفق ہیں یہ ان کا حق بنتا ہے ان کو صحیح طریقہ سے حق دیا جائے خواہ مخواہ کے جھگڑے نہ پیدا کے جائیں اسکے لئے ہم اپنے ٹریڈری سنجیز کے دوستوں سے سفارش کرتے ہیں ہم ان مصروفیات کے ساتھ کہ کھوکھے والوں کو نئی بلڈنگ جب بھی بنتی ہے حق دیا جائے ہمیں امید ہے کہ پشتون اور بلوچ بھائیوں کی طرح یہاں رہ سکتے ہیں بشرطیکہ ایک دوسرے کا حق دیا جائے آپ ایک دوسرے کے ووٹ کو تسلیم کریں جو غلطیاں اور زیادتیاں ہوئی ہیں اگر آپ ان پر اڑے رہے تو اس مسئلہ کا حل کبھی بھی نہیں نکل سکے گا۔ اور نتیجہ دشمنی میں بدل جائیگا۔ جو ہم قطعاً نہیں چاہتے مردم شماری کی آبادی کی مطابق فنڈز ترقیاتی اسکیموں میں برابر کا حق دیں۔ ہماری پارٹی اور ہم قوموں کی حق خود ارادیت کے قائل ہیں یہ ہماری پارٹی کا منشور ہے ہم جو کچھ اپنے لئے چاہتے ہیں وہی آپ کے لئے سندھ اور پنجاب کیلئے بھی چاہتے ہیں ہم کسی کی ایک اینج زمین کے خواہشمند نہیں ہیں اور نہ ہی ایک روپیہ کے خواہشمند ہیں لیکن اس طرح اپنے روپے اور اپنی زمین کو بھی پروٹیکشن (protection) دینا چاہتے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ ان معروضات کیساتھ آپکا اپنے دیگر احباب اور دوستوں کا مشکور ہوں جنہوں نے مجھ سنا۔ میں اپنی تقریر یہاں ختم کرتا ہوں۔ آپکا شکر ہے۔

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ۔ جناب اسپیکر! اس سے پیشتر کہ میں

بجٹ پر کچھ بولوں یہ مناسب ہوگا کہ میں یہاں کے معاشرتی ڈھانچے کے متعلق کچھ کہوں کہ جس سے بجٹ پر منفی یا مثبت اثرات پڑیں گے۔ کسی بھی معاشرے کا دار و مدار اسکی طرز پیداوار پر ہوتا ہے اگر ہم بلوچستان کے معاشرتی ڈھانچے کا تجزیہ کریں تو یہاں پر نیم قبائلی اور نیم سرمایہ داری سماج ہے اور یہاں کے حکمرانوں نے یہاں کے ذرائع

پیداوار کو ادا دیتا روک رکھا ہے تاکہ یہاں پر پیداواری معاملات تبدیل نہ ہوں تاکہ وہ یہاں کے مظلوم اور محکوم عوام کو اپنی دائمی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ سکیں۔ اور یہاں کی پیداوار کو مال غنیمت سمجھ کر لوٹنے رہیں۔

جناب اسپیکر! اگر ہم اس لوٹ مار کا تجزیہ کریں تو اس کے سیاسی اور معاشی دونوں پہلو موجود ہیں سامراج کی منڈی کو تحفظ دینے کے لئے بلوچستان کی سمندری پٹی اس کی شہرگ کی حیثیت رکھتی ہے اور اس پر قابض رہنے کے لئے اسے ہر اس طریق کار کو اختیار کیا ہے جو اس کا شیطانی دماغ سوچ سکتا تھا۔ یا سوچ سکتا ہے تاکہ وہ اس پر قابض رہے بلوچستان کی تقسیم پر اور یہاں کی حاکمیت پر بقول عطا شاد کے

توپہ سر امیگان گنگے کوں کلاتانا گلے
ماوتی گل زمین آ تلوا شہ -

آج بلوچستان کے عوام سیاسی اور معاشی طور پر محتاج ہیں پنجاب کے جاگیردار کا پنجاب کے سرمایہ دار کا پنجاب کے بیوروکریسی کا پنجاب کی فوج کا جس کی جڑیں تہہ تک پہنچی ہوئی ہیں اور جو بھی اسکو حکم ملے وہ ان کی پابند ہے۔

یقیناً ان تمام مسائل اور مشکلات کو دور کرنے کے لئے یہاں پر بے شمار لوگوں نے قربانی دی ہے اور آج تک یہاں کے معاشی اور معاشرتی حقوق کو ترقی نہیں دی گئی ہے۔ ہم آج بھی اس مسئلے پر ایک واضح سوچ رکھتے ہیں کہ پاکستان چار قوموں کی سرزمین ہے یہاں پر چار قومیں رہتی ہیں ہر ایک کی اپنی زبان ہے ثقافت ہے آج بھی ہم نیپ کے اس فلسفے کا اپنے آپ کو پابند سمجھتے ہیں، کہ اس ملک میں صوبوں کی از سر نو تشکیل ہو یا قومی وحدتوں کی از سر نو تشکیل ہو۔

یہ تقسیم تاریخی حوالے سے ہو یا جغرافیائی حوالے سے یہاں پر جب پاکستان کی تقسیم کی بات ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تمام پاکستان کے وحدتوں کی ازسرنو تشکیل ہو صرف بلوچستان کی نہ ہو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ لیکن کیا ہم اسکی طاقت رکھتے ہیں کیا بلوچ اس پوزیشن میں ہیں میں سمجھتا ہوں کہ آج جو حکمران طبقہ ہے اس نے یہاں تمام قوموں کو اپنے استحصال کی اس سچی میں پیس رہا ہے وہ پشتون ہو چاہے بلوچ ہو چاہے سندھی ہو چاہے غریب مظلوم پنجابی ہو اس کے علاوہ ہم قوموں کے بارے میں ایک واضح اور با مقصد خیال رکھتے ہیں۔ ہمارا یہ پروگرام ہے ہمارا یہ مقصد ہے کہ یہاں پر پاکستان میں قومی مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اسکا حل صرف ایک ہے کہ یہاں کی قوموں کو حق خود اختیاری دی جائے۔ جناب اسپیکر! ان سیاسی مسائل کے ساتھ میں اس بجٹ پر کچھ کہوں کہ جس کے اثرات مجموعی طور پر بلوچستان کے عوام پر پڑیں گے میری یہ کوشش ہوگی کہ جو میں نے تجزیہ کیا ہے وہ نہ صرف میرے حلقے پر محیط ہو اور نہ صرف بلوچ علاقوں پر ہو بلکہ جو کچھ میں کہوں گا بلوچستان کے مظلوم اور محکوم عوام کے حوالے سے کہوں گا جب یہ بجٹ ہمارے دوست سعید ہاشمی نے پیش کیا ہے اسکو اگر میں یہ کہوں کہ یہ پہلے کی طرح ریونیویجٹ ہے اور ۹۰-۸۹ کی طرح کا ہے اور یا میں اسکے متعلق یہ کہوں کہ جاری پروگرام ہے ۹۱-۹۰ کے لئے ہے بجٹ محض کسی ملک کی آمدنی اور خرچ کا تخمینہ نہیں ہوتا ہے حکومت کی مالی معاشرتی صنعتی اور زراعت اور اسکی پالیسیوں کی عکاسی کرتا ہے اور عوام کی امیدوں کا امنگوں کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ بد قسمتی سے یہ دونوں مقاصد یہ بجٹ پورے نہیں کرتا ہے اسکی بہت سی وجوہات ہیں ایک اس وقت یہ ہے کہ بلوچستان کو جو فنڈ

دیکھئے گئے ہیں وہ بالکل ناکافی ہیں جب ہم یہ بات کرتے ہیں کہ پیسے نہیں ہیں۔ جسے کہتے ہیں کہ :

نہ عیسیٰ پیر نہ موسیٰ پیر سب سے بڑا ہے پیسہ پیر۔

اور یہاں پر جو سب سے بڑا پیسہ پیر بیٹھا ہوا ہے وہ اسلام آباد میں ہے اور اسکو چاروں طرف سے اسلام آباد کے بیورو کریٹ اور ہمارے فوجی جوان اس کے داروغے بنے بیٹھے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اس پیسہ پیر کی ہر طرح سے حفاظت کریں گے اور اس کے علاوہ جب انہیں سے وہ پیسہ پیر سے ہٹائیں گے تو اس کے ہمارے معاشرے پر کیا اثرات پڑیں گے اور ہمارے جتنے بھی وسائل ہیں۔ جتنے بھی ہیں وہ بڑی مشکل کے بعد اور بڑی احسان جتانے کے بعد کہ صاحب یہ لو اور اپنا بجٹ بناؤ۔ اس میں ہماری حکومت یا ہماری پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ نے اس پر سنجیدگی سے کبھی بھی منصوبہ بندی نہیں کی ہے۔ میں قائد ایوان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ شاید انہیں اس بجٹ کو سٹیڈی کا موقع نہ ملے۔ میں نے اسکو دیکھا ہے اگر حکومت آئندہ دو سالوں تکے چلی اور اس ملک میں جمہوریت چلی تو میں کم از کم اس ایوان کے سامنے یہ کہوں گا کہ آئندہ دو سال کا بھی بجٹ آن گونگ (On going) ہی ہوگا۔

جناب اسپیکر! میں بلوچستان کے گورنمنٹ کی ترجیحات کو جب اس بجٹ کے آئینے میں دیکھتا ہوں تو مجھے ان کی نفی نظر آتی ہے۔ کیونکہ بلوچستان کی حکومت کی سب سے بڑی ترجیحات واٹر سپلائی، تعلیم اور صحت ہے۔ لیکن بد قسمتی سے یہاں صحت اور تعلیم کے ساتھ جو کچھ اس بجٹ میں ہوا ہے اگر اسکی تفصیل میں جائیں اور دوسرے محکموں میں جو اس حکومت کی ترجیحات میں سے نہیں ہیں۔ فرض کریں

اس میں سڑکیں اور ایریگیشن ہیں۔ اب یہاں پر ہمارے محکمہ والوں نے منعت کو تو چھ
 پرسنٹ دی ہے محکمہ تعلیم کو آٹھ پرسنٹ اور روڈز (roads) کو ۶۶، ۱۱ پرسنٹ
 دی ہے جو ۱۷ کروڑ کے قریب بنتا ہے۔ ایریگیشن کو ۱۰ پرسنٹ کے قریب دی گئی ہے۔
 مزے کی بات یہ ہے کہ وہاں جو فزیکل پلاننگ (physical planning) اور ہاؤسنگ پر جو
 خرچ ہو رہا ہے وہ ۱۰ پرسنٹ ہے یعنی ۱۵ کروڑ روپے۔ بلوچستان کی ترجیحات
 کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اسکا موازنہ کریں کہ ایریگیشن، روڈ اور فزیکل پلاننگ ان ہاؤسنگ
 اور لوژم کے لئے جو اسکیمز ڈالی گئی ہیں وہ ۱۰ ملین کے جو ایک کروڑ روپے کے قریب
 بنتا ہے۔ وہ کوئی ۲۸ کروڑ روپے ہیں اور اسکے بجائے جو ہماری گورنمنٹ کی ترجیحات
 ہیں مثلاً صحت، تعلیم، اور واٹر سپلائی، تو یہ ان سے بہت کم ہیں۔ میں قائد ایوان صاحب
 اور وزیر خزانہ صاحب سے جنہوں نے یہ بجٹ پیش کیا، ان سے درخواست کرتا ہوں کہ
 وہ اس کا جائزہ لیں۔ میں اسکے حق میں ہوں کہ بلوچستان میں ایریگیشن پر
 بھی خرچہ ہو اور سڑکوں پر بھی، لیکن جب ایک گورنمنٹ اسکی پرائیٹری (priority)
 فیکس کرتی ہے تو اسے زیادہ اہمیت دینی چاہیے۔ اب اگر مزید ہم اسکی تفصیلات
 لے لیں تو چھ پرسنٹ بجٹ جو صحت کو دیا گیا ہے اور اس وقت صحت کا اگر ہم جائزہ
 لیں تو بلوچستان میں اس وقت چار ہزار پانچ سو افراد پر ایک ڈاکٹر ہے اور چار ہزار
 افراد پر ایک بستر پڑتا ہے۔ جبکہ ایک فرد پر سال میں دس روپے دوائیوں کا پڑتا ہے
 تو کیا اس پلاننگ کے ساتھ چھ پرسنٹ بجٹ کے ساتھ ہم بلوچستان کے عوام کی یہ چھوٹی
 چھوٹی مشکلات دور کر سکتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ سرگز نہیں، مگر ان ۲۸ کروڑ
 روپے کو جسے ہم نے تیس محکموں کو دیئے ہیں ان میں ہم ۵۰ پرسنٹ کاٹ کر ۲۳
 بائیس کروڑ روپے اگر ان تینوں محکموں کو دے دیتے تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کم

از کم ہم لوگ ڈھائی کروڑ روپے پر تو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں کو پچاس پچاس بستری بلڈنگ ایک سال میں دے سکتے تھے اور کم از کم اگر ہم کو رقم دے دیتے تو سو کے قریب واٹر سپلائی اسکیم ہم مکمل کر سکتے تھے۔ اب اگر ہم ان حقائق کو دیکھیں تو ہم جو کچھ کر رہے ہیں کہہ رہے ہیں اور اسکے خلاف جو ہمارے محلے کر رہے ہیں یا تو ہم یہ نتیجہ نکالیں کہ محکمہ موجودہ حکومت سے زیادہ طاقتور ہیں۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں ڈکٹیٹ (dictate) کر کے دکھا دیتے ہیں۔ جناب اسپیکر! صحت کے بعد میں ایک اور اہم مسئلہ کی جانب آؤں گا۔ تعلیم جو مزید اور آزاد قوم اور عالم انسانیت کیلئے ایک نہایت ہی اہم چیز سمجھی جاتی ہے۔ لیکن بد قسمتی سے اس ملک میں عمومی طور پر اور بلوچستان میں خصوصی طور پر اس کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہم سب سمجھ رہے ہیں اسکی آپکو میں ایک مثال دیتا ہوں۔ گذشتہ اے۔ ڈی پی (A.D.P) میں ہم نے تعلیم پر جتنی اسکیمیں تیار کی تھیں، پچھلے سال ان میں سے کسی پر بھی عمل درآمد نہیں ہوا ہے۔ اسکا ذمہ دار میں بھی ہو سکتا ہوں۔ اس کا ذمہ دار محکمہ تعلیم بھی ہو سکتا ہے اور اسکا ذمہ دار قائد ایوان بھی ہو سکتا ہے۔ بلوچستان جیسے پسماندہ علاقہ میں جہاں پر پٹھے لکھے لوگ بہت کم ہیں وہاں پر بڑی مصیبت کے بعد کچھ پیسہ آپ تعلیم کے نام پر رکھ لیتے ہیں۔ وہاں نہ اسکول بنیں اور نہ کالج بنیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم بھی تعلیم کے ساتھ اس حد تک جو ہم اپریشن (impression) دیتے ہیں اس حد تک ہم نے عملی طور پر ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اقدامات نہیں کئے ہیں۔ آج تعلیم پر جو ہم آٹھ پرنسٹ فنڈز مختص کر رہے ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے یہ آٹھ پرنسٹ بھی ہمارے بیوروکریٹس خرچ نہیں کرتے ہیں۔ اگر وہ اس آٹھ پرنسٹ کو بھی ڈویلپمنٹ (development) پر خرچ کرتے تو اس کا کوئی نتیجہ نکل جاتا۔

لیکن کم از کم مجھے یہ نہیں لگتا ہے۔ کیونکہ بجٹ خرچ کرنے کے باوجود بھی یہاں کے اسکول اور کالجز بہتر نہیں ہیں اور نہ ہی یہاں پر ڈیپارٹمنٹل اصلاحات کی گئی ہیں۔ البتہ محکمہ تعلیم نے ایک کام بڑی ہوشیاری سے کیا ہے وہ یہ ہے کہ تھوک کے حساب سے ڈائریکٹرز، ڈپٹی ڈائریکٹرز، پروجیکٹ ڈائریکٹرز اور اسسٹنٹ ڈائریکٹرز رکھے ہیں۔ جو میں نے گئے اور جو ڈیٹا ملا ہے یہ تقریباً تینس کے قریب ہوں گے۔ اور بد قسمتی یہ ہے کہ بلوچستان کے اسکالرشپ پر جو لوگ گئے (پی۔ ایچ۔ ڈی) کرنے کے لئے تاکہ یہ ہمارے بچوں کو پڑھائے ان سب کو ہم نے پراجیکٹ ڈائریکٹر بنایا ہے۔ آپ جائیں گا پی سلیٹ لیں یہ صرف بلوچستانی ہے جسکا (پی۔ ایچ۔ ڈی) پروجیکٹ ڈائریکٹر بنا ہوا ہے۔ اور وہ تلاش میں ہے کہ کہیں سے مجھے کوئی اشارہ ملے۔ ایجوکیشن کے سلسلے میں میں عرض کروں کہ آج بھی ہمارے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نے کوئی ایسی اسکیم نہیں بنائی کہ وہ سب بنے بلوچستان کی تعلیم معیار جو گہرا ہے۔ یا ختم ہو گیا۔ اسکو بچانے کے لئے آپ جب بھی ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے لوگوں سے بات کریں۔ تو یہی ہے جواب ملے گا کہ صاحب اسٹوڈنٹس خراب ہیں۔ میں اس سے مکمل اتفاق نہیں کرتا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس معاشرے میں ہم رہے ہیں۔ اس میں استاد کی کیا عزت ہے۔ استاد کو کیا دیا جاتا ہے اور یہ پروفیشنل جب ہمارے پڑھے لکھے لوگ جو دوسری جگہوں سے ناامید ہو جاتے ہیں تب آکر ٹیچر بن جاتے ہیں۔ اور اس ٹیچر کے لئے نہ اکنا میکل بینیفٹ ہے اور نہ ہی سوشل سیٹس اور نہ ہی اسکو باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔ اسی ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ پر جسکے ہم نان ڈویلپمنٹ بجٹ کو دیکھتے ہیں۔ تنخواہوں کے ساتھ ۹۵ کروڑ روپے اسکے لئے مختص ہے لیکن آپ کو بلوچستان میں بہت سے ایسے اسکول ملیں گے جس طرح پچھلے سال دو ہزار پانچ سو

کے قریب سکولز تھے۔ وہ سٹولز لیسٹ سکول تھے۔ جب ہم پرائمری سکول بناتے ہیں ایک یا دو گھروں کی۔ اس میں ۹۵ کروڑ نان ڈویلپمنٹ بجٹ کے ہوتے ہوئے بھی نہ وہاں پر ٹاٹ ہے نہ چاک۔ آیا اس کی ذمہ داری کس پر ہے۔ یقیناً ہم اپنے آپ کو بری الذمہ نہیں ٹھہرا سکتے ہم اس میں برابر کے شریک ہیں۔ اور حد تو یہ ہے۔ ہمارے ہاں بڑی مشکل کے بعد ہمیں ایک ایگریکلچر کالج ملا اور اس ایگریکلچر کالج کا جو ہم نے حال بنایا ہے۔ ہم نے اٹھارہ گریڈ کے ایک آفسیئر کو پرنسپل بنایا ہے جس کو کسی چیز کا پتہ نہیں۔ صرف اس میں ایک فائدہ ہے کہ وہ بلوچستان کے ایک (ڈی۔ جی) کے بھائی ہیں آخر وہاں جو لوگ کے پڑھتے ہیں وہ آتے ہیں ہمارے پاس وہ منسٹر صاحب کے پاس بھی گئے ہیں۔ کہ صاحب بڑی مشکل کے بعد پہلے کورس ہی نہیں تھا بلوچستان یونیورسٹی کے ساتھ منسلک نہیں تھا۔ ابھی بڑی مشکل کے بعد اس مرحلے کو اس نے طے کیا۔ ایجوکیشن کو بہتر بنانے کیلئے میری کچھ تجاویز ہیں جو میں قائد ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اب تھوڑی سی گزارشات نان ڈویلپمنٹ بجٹ کے بارے میں کیونکہ مجموعی طور پر ڈویلپمنٹ بجٹ ہی کو دیکھتے ہیں کہ کتنے واٹر سپلائی اسکیم شامل ہوں گے۔ لیکن جو نان ڈویلپمنٹ بجٹ ہے اسکو دیکھتے ہوئے میں یہی کہہ سکتا ہوں۔

وہ مائی گیا بانی تی لونجیے راک کہے گواز کنت

اس پر تبصرہ کرنے کے لئے کھلاڑی کی ضرورت ہے مجھ جیسے اناڑی کی نہیں۔ کیونکہ اس میں میرا پھیری کر نیکی گنجائش بہت ہے ایک لگاؤ دس ملے گا۔ اور ماٹار الٹیمار (Director) (Deputy Secretaries) (Secretaries) ہاں سیکریٹریز، ڈپٹی سیکریٹریز اور ڈائریکٹرز تھوک کے حساب سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ہر چیز کو بڑی آسانی کے ساتھ عزم کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ تجاویز بھی جو میں

قائد ایوان اور ایوان کے سامنے رکھوں گا کہ نان ڈویلپمنٹ بجٹ پر کم از کم بلوچستان گورنمنٹ کی ایک چیکے ہونی چاہیے۔ بلوچستان کا ایک بہت بڑا مسئلہ بے روزگاری کا ہے۔ میں یقیناً یہ سمجھتا ہوں کہ بلوچستان گورنمنٹ کے پاس اتنے وسائل نہیں کہ وہ آسٹری روزگار پیدا کرے تاکہ بلوچستان کے بے روزگار اس میں کھپ جائیں۔ بلوچستان گورنمنٹ (approach) کی جو بلوچستان کے حقوق کے حوالے سے فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ جو ایپروچ

رہی ہے یقیناً ہم اس کی حمایت کرتے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آئین میں بلوچستان کو سروسز میں جو حصہ دیا گیا ہے اگر اس کو ہم بھی لے لیں تو کم از کم اس وقت وفاقی گورنمنٹ ہمیں ایک لاکھ ساٹھ ہزار پوسٹس پراویڈ (provide) یعنی مہیا کریں میں سمجھتا ہوں کہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار دور کی بات ہے اور سب سے بات ہے ہمیں اگر کچھ ہزار بھی دے دیں ہمارے سب سے روزگار باروزگار بنیں گے۔ اور وفاقی گورنمنٹ نے خاص طور پر پی آئی۔ اے کے حوالے سے پہلے ہمارے ہاں تربت، گوادر، جیونی، پنجگور، اور مارہ میں نیشنل ایکسپریس کام کر رہا تھا۔ اس کو ختم کر کے پی آئی۔ اے نے خود ذمہ داری سنبھالی۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ وہاں نیشنل ایکسپریس میں جو لوگ کام کر رہے تھے دس دس سال سے سب کو نکال باہر کیا کہ انکی عمر زیادہ ہو گئی ہے۔ ہم نے اس سے کہا جناب یہ آپ ہی کے ڈیپارٹمنٹ میں کام کر رہے تھے۔ میں پیپلز پارٹی کے دوستوں سے التجا کروں گا کہ کم از کم ان مسئلوں پر ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ اس بجٹ کو مختصر طور پر جس حد تک میں سمجھ سکا میں نے اپنی تجویز پیش کی۔

اب میں قائد ایوان کو اس ایوان کے حوالے یا منسٹر صاحبان جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں کچھ گزارشات کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم نے یہاں پر اپنی اے۔ ڈی۔ پی بنائی ہے جو ان گونگ اسکیمنز بنائی ہیں اگر انکو اس سال ایمپلینٹ (implement) کرنا چاہتے

ہیں تو کم از کم کچھ تبدیلیاں لانے کی ضرورت پڑے گی اس لئے جوڈیاریاں ٹمنٹس ہمارے پاس ہیں ان کو اگر ہم زیادہ سے زیادہ ڈی سنٹرلائزڈ کریں وہاں ڈسٹرکٹ اور ڈویژنل سطح پر انفر صاحبان بیٹھے ہو ہیں ان کو ایک معمولی کام کیلئے کوئٹے آنا پڑتا ہے لہذا میری تجویز ہے کہ پی سی ون کے سلسلہ میں گذشتہ سال بھی میں نے دیکھا کہ یہ مشکل پروسیس یعنی کمپلیکٹڈ (complicated) ہے اس لئے چیف منسٹر صاحب اس کا خاص طور پر نوٹس لیں اور اسکو زیادہ سے زیادہ آسان بنانے کی کوشش کریں۔

جناب والا! فنڈ ریلز کے بارے میں کہوں گا کہ جتنے بھی فنڈز ہوں ان کو کم از کم جلد از جلد بروقت ریلیز ہونا چاہیے اور ان تمام ترقیاتی اور غیر ترقیاتی پیسہ جو ہمارا یوٹیلائزر (utilize) ہوتا ہے ان کا پراپر وے (proper way) میں چیک ہونا چاہیے اس کی ضرورت ہے یہ انکوائری چیف منسٹر صاحب کی اسپیشل انسپکشن ٹیم ہی کریگی یا تمام عوامی نمائندوں پر مشتمل کوئی ٹیم بنائی جائے لیکن اس میں ایمانداری پہلی شرط ہوگی۔ شروع میں نواب صاحب ہی جب گورنمنٹ بنی تو ایک پریشر تھا انتظامیہ پر کہ وہ اپنے دھندے جو وہ کرتے تھے شاید نہ کریں گے یا انہوں نے سوچا تھا کہ شاید اسے بہت کم کریں گے لیکن اب ان پر گرفت آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی ہے اور اب تو یہ گران بالکل نیچے تک آ گیا ہے لہذا میری تجویز ہے کہ گورنمنٹ کوشش کر کے اپنی گرفت اور کنٹرول ان پر پھر مضبوط کرے اس پر بھی ایک پراپر ورک (proper work) ہونا چاہیے آیا اتنے سیکرٹریز ڈپٹی سیکرٹریز، ڈائریکٹرز، ڈپٹی اور اسسٹنٹ ڈائریکٹرز ہم نے رکھے ہوئے ہیں کیا انکو ہم کم نہیں کر سکتے؟ بلوچستان کے نان ڈویلپمنٹ بجٹ کو ہم کم کر سکتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یقیناً اگر ان کی ہم تھوڑی چھانٹی کریں تو شاید کچھ پیسے ہمیں ملیں گے جو ہم ڈویلپمنٹ سائیڈ

پر لگا دیں گے۔

جناب اسپیکر۔ آخر میں میرا ٹیم اور سینڈک پراجیکٹ جن کی فیڈرل گورنمنٹ نے منظوری دی ہے تو ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ ہم ان کو اور بلوچستان کے دوسرے علاقوں کو جتنی اسکیمیں دے سکتے ہیں ہم دیں۔ تاہم ایک چیز جو میں محسوس کرتا ہوں جیسا کہ اچکزئی صاحب نے کہا کہ سپیشل ڈویلپمنٹ پروگرام سارا بلوچ علاقوں میں خرچ ہو گیا تو میں نہیں سمجھتا کہ اب تک جو خرچ ہوا ہے اب بھی بہت سے لوگ مختلف جگہوں پر چاہے اسلام آباد میں ہوں چاہے یہاں پر ہوں اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کم از کم سینڈک پراجیکٹ اور میرا ٹیم پراجیکٹ ڈراپ ہو جائیں لیکن ہمارا اس پر سینڈ ہو گا کیونکہ یہ منصوبے بڑے مشکل سے منظور ہوئے ہیں اسکو چاہیے فیڈرل گورنمنٹ سے ہو یا بلوچستان کی یورڈر سی کی جانب سے اسے ڈراپ کرنے کی کوشش کی جائے۔ ہم اس کی شدید مخالفت کریں۔ جناب والا۔ اگر ان پراجیکٹس کو ٹیکنیکل حوالے سے ریجیکٹ (reject) کرنے کی کوشش کی گئی تو ہم اس کی شدید مخالفت کریں گے۔

مسٹر اسپیکر! ہمیں معافی چاہتا ہوں کہ میں نے کچھ زیادہ ٹائم لے لیا ہے آخر میں یہ کہوں گا کہ یہ تمام خامیاں جو بجٹ میں موجود ہیں ہمیں اس پر گزارہ کرنا پڑے گا۔
تھینکے یو۔

جناب اسپیکر: نواب محمد اسلم رئیسانی۔

نواب محمد اسلم رئیسانی۔

جناب والا! یہ بجٹ جو مرتب کر کے پیش کیا گیا ہے اور یہ بجٹ جو ۹۱-۱۹۹۰ء دیا گیا ہے اس میں دیکھنا یہ ہے کہ عام غریب آدمی

کو کیا مراعات دی گئی ہیں جیسا کہ اس بجٹ میں دیکھا گیا ہے تو یہ ۹۰-۸۹ء جاری اسکیموں کے لئے اور جاری اسکیمات کی تفصیل ہے اور بجٹ میل کو شامل کیا گیا ہے یہ ایسے ہے کہ جہاز تو چلا گیا ہو اور ایئر پورٹ پر بلیٹی میں مسافر رہ گیا ہو۔ بجٹ ہے لیکن اسکیمات پرانی رہ گئی ہیں۔

جناب والا! بجٹ میں ایک سے یہ چیز کر دی گئی ہے کہ وزراء صاحبان کی تعداد گنی کر دی گئی ہے کیا یہ وزراء صاحبان عوام کے لئے کوئی اسکیم بنائیں گے یا ہمارے چھوٹے بھائیوں کے لئے اسکول قائم کریں گے یا یہ وزراء صاحبان بغیر روڈیوار کے ہسپتال اور اسکول بنائیں گے۔ یا یہ وائٹ سپلائی اسکیمیں بنائیں گے اور اگر ان کی تعداد کو دگننا نہ کیا جاتا تو اس پیسے سے کسی غریب کو پانی مل جاتا کسی غریب کو اسکول مل جاتا میں تو ان کو غیر فروری بوجھ تسلیم کرتا ہوں۔ ہم ان سے عوام کی فلاح و بہبود کے جذبے کے تحت یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ از خود استعفیٰ دے دیں اور آپ وہاں بیٹھے رہیں ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ آپ موجودہ حکومت کی حمایت نہ کریں آپ وہیں بیٹھے حکومت کی حمایت کرتے ہیں ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ بے شکے وہیں بیٹھیں لیکن یہ غیر فروری بوجھ ہے۔ جناب والا! اگر اس بجٹ پر نظر ڈالی جائے تو غریبوں کے لئے کوئی نئی اسکیم نہیں ہے جاری اسکیمیں ہیں میں غریب لوگوں کے لئے عرض کروں گا کہ ان کے لئے کوئی اسکیم نہیں ہے۔ میں اس بجٹ کے زیادہ اعداد و شمار میں تو نہیں کیا کیونکہ میں نے اس کو ایک سے عام آدمی کے طور پر پڑھائے میں اسکے حساب کتاب کی تہہ میں تو گیا نہیں ہوں لیکن میں آپ سے اس بجٹ کے حوالے سے کچھ باتیں کہوں گا۔

جناب والا! لائیوسٹاک ہماری حکومت کا ایک اہم شعبہ ہے اس کا مال دمویشی اور مویشی کی زراعت پر دار و مدار ہوتا ہے ہماری آبلی کا ایک بہت بڑا حصہ اس سے منسلک

ہے اس مد میں یعنی لائیوسٹاک کے لئے پیسے تو بہت رکھے گئے ہیں۔ مگر ان غریب لوگوں کے لئے ان چرواہوں کے لئے ان مالداروں کے لئے آج تک کوئی فائدہ کی چیز نہیں رکھی گئی ہے، ہم شعبہ حیوانات کے سائن بورڈ تو ہر جگہ لگے ہوئے دیکھتے ہیں ہسپتالوں کے بورڈ لگے ہوئے ہیں وہ بنا دیتے ہیں وہاں پر صرف ایک سٹاک اسٹنٹ ہوتا ہے مگر ڈرنری ڈاکٹر نہیں ہوتا ہے صرف ایک سٹاک اسٹنٹ ہوتا ہے اس کے پاس ایک سرکاری گھوڑا ہوتا ہے وہ اسکو کبھی اس گاؤں اور کبھی اس گاؤں بھگاتا رہتا ہے اور کبھی کسی کے ساتھ کبھی کسی کے ساتھ چلنے پیتا رہتا ہے اور جب کوئی ضرورت مند جاتا ہے جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے وٹرنری ڈاکٹر تو بالکل نہیں ہوتا ہے اور سٹاک مین ہوتا ہے سٹاک اسٹنٹ اسکو الی سیدھی دوائی دیتا ہے پھر خدا کی مرضی ہے اس کا اونٹ یا اسکا دنبہ یا اس کی بکری بیچ جائے یا مر جائے تو اس کی حالت یہ ہے۔

بہر حال لائیوسٹاک میں اسٹیشنمنٹ آف ڈیری فارم ہے۔ پچھلے بجٹ میں بھی میں نے اس کے متعلق کچھ کہا تھا اور یہ گزارش کی تھی کہ موجودہ جو ڈیری فارم ہیں ان کی تو حالت پہلے سے بہتر بنائیں یہ سب نقصان میں چل رہے ہیں وہاں کام نہیں ہو رہا ہے یہ تو بوجھ ہیں اور ہم اس کے برعکس نئے ڈیری فارم قائم کر رہے ہیں ان کی بالکل ضرورت نہیں تھی پہلے سے جو چیز ہے کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم اسکو بہتر بنائیں۔ کوئٹہ کا ڈیری فارم ہے ہم اسکو دیکھیں کہ وہ کتنے نفع میں چل رہا ہے اور شہر میں کتنا دودھ بکتا ہے اور کتنی آمدن ہوتی ہے اتنی آمدن تو ہو کہ وہاں پر جو ملازم ہیں ان کی تنخواہ اور دیگر اخراجات پوری ہوتے ہوں۔ تنخواہیں تو کم از کم پوری ہوں لیکن ایسا نہیں ہے میں سمجھتا ہوں کہ جو آفسر صاحبان ہیں یہ ان کے لئے رکھا گیا ہے تاکہ یہ انسر صاحبان وہاں رہیں دودھ پیئیں۔ اور جن میں بیٹھیں اور وہاں پر آرام کریں اور پھول سونگھیں اور شہر میں اپنی

ڈیری فارم کی کوئی پیداوار نہ بھیج سکیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ پہلے ان کی حالت بہتر بنائیں۔ ایک اور اس جدید دور میں مہنوی نسل کشی فارم برائے شیب (Sheep Buffellow) بی فیلو کوٹھ جھٹ پٹ وغیرہ میں قائم کیا جا رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ہمارے غریب عوام کو براہ راست کوئی فائدہ نہیں ہے اسکو میں غیر ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ہم لوگوں کو غریب آدمی کے لئے سوچنا چاہیے ہم ایسی اسکیمیں عملی طور پر بنائیں جس سے عوام کو فائدہ پہنچے جیسا کہ واطرسپلان اسکیم ہے روڈ ہے ایجوکیشن ہے صحت اور اسوقت میں اسکو بالکل غیر ضروری سمجھتا ہوں کہ کوٹھ میں جو ڈیری فارم قائم کیا گیا ہے مجھے صحیح انداز و شمار تو یاد نہیں ہیں۔ مگر اس پر کروڑ ہا روپے خرچ کئے گئے، بیس - اس پر اتنے اخراجات حکومت نے کئے ہیں میں نے سنا ہے کہ اس کو حکومت اب پرائیویٹ سیکٹر میں دے رہی ہے اور اگر پرائیویٹ پارٹی ہے وہ دلچسپی لے رہی ہے تو اسکو دے دیا جائے۔ اگر پرائیویٹ آدمی اسکو چلا سکتا ہے تو اسکو بھی عوام کے مفاد میں عوام کی بھلائی میں خوشحالی کے لئے اس پر خرچ کر سکتے ہیں۔

ایک اور (Embrio Transfer)

اس جدید دور میں اسکی ضرورت نہیں۔ کیونکہ عام آدمی اسکو نہیں سمجھتا ہے اب جبکہ انسان چاند ستاروں اور مریخ پر پہنچ رہا ہے تو اب بھی ہمارے عوام اور غریب لوگ اس کو نہیں سمجھتے ہیں۔ بد قسمتی یہ ہے کہ ہمارے صوبے کو بیالیس سال سے پسماندہ رکھا جا رہا ہے ہمارا جو عالم انسان ہے اسکو (Embrio Transfer) اس سے کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ میں بھی ایک مالدار آدمی ہوں میرے بھی اونٹ ہیں میرے بھی گھوڑے ہیں اور دریلوٹر، میں مگر ہم نے یہ نہیں دیکھا ہے کہ کوئی وٹری نری سرجن میرے پاس آیا ہو۔ میں ایک مالدار آدمی ہوں میرے پاس آج تک

کوئی نہیں آیا۔ ہم عوام کے پاس اس ٹیکنالوجی کو کیسے پھیلانے اور عام آدمی کو کیسے اس سے متعارف کرائیں گے۔ ہمارے غریب عوام اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں اسکو غیر فروری سمجھتا ہوں۔ جہاں تک

(Management and operation of Livestock in Balochistan).

کا تعلق ہے میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ عام لوگوں کو بھی مال داروں کو بھی اس میں ملوث کرے۔ جو براہ راست زراعت سے مال و مولیشی سے منسلک ہیں یو این او یا یورپین ممالک کے جو اس کے ڈونر (donors) ہیں میری سو بانی حکومت سے گزارش ہے کہ آپ ان انفرصت طلبان کو ان لوگوں کو براہ راست عوام کے پاس لے جائیں جو براہ راست اس سے منسلک ہیں اور جو اپنے بال بچوں کا پیٹ اس سیکڑ سے پالتے ہیں اس سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچے جن کا صبح و شام کام ہے اور اس سے وہ اپنا پیٹ بھی پالتے ہیں۔

جناب والا! جنگلات ہمارے ملک میں ماحول میں ہمو نوٹری کنٹرول میں ایک بہت بڑا کردار ادا کرتے ہیں اور سوئی گیس جو یہاں پیدا ہوتی ہے ہم اسکو چترال تک اور بولان تک لے جاتے ہیں لیکن ہمارے یہاں صوبہ میں اس کو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے میں اس کو اس طرح سے بھی لوں گا کہ یہاں بلوچستان کو ریگستان بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ لوگ ہم کو اس لئے گیس نہیں دے رہے ہیں کہ بلوچستان کے درخت کاٹ کر اسکو ریگستان بنایا جائے اور جتنے بھی جنگلات ہیں ہم ان کو کاٹ کر جلادیں پھر ہم ان کو اب آپ گیس جلائیں اور افغان مہاجرین کے آنے کے بعد جو یہ ۱۹۷۹ء میں آنا شروع ہوئے جھکڑ اچلا تو ان کی وجہ سے جو ہماری چراگا میں تھیں جہاں ہمارے لوگ بھیڑ بکریوں کو چرایا کرتے تھے وہاں کی

جھاڑ لیں کو کاٹ کر ایندھن کے طور پر جلا یا گیا۔ اور یہ چمرا گا، میں جنگلات ختم ہو رہے ہیں۔ اور فارسٹری کے سلسلے

(Rehabilitation of Forest)

پر توجہ دینی چاہیے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے ہمارے ماحولیات میں اور ہمارے ماحول کو صحیح رکھنے میں یہ بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں جس طرح میں نے عرض کیا ہمارے ماحولیات کو صحیح رکھنے میں جنگلات ایک بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں اور بد قسمتی سے ۱۹۸۸ء کے الیکشن سے پہلے جو حکومت تھی انہوں نے ماحولیات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ جناب آپ نے دیکھا ہوگا کہ کراچی سے آتے ہوئے جب جہاز کو ہر دار کے ساتھ پرواز کرتا ہے تو آپ کو دھوئیں کا ایک کالا بادل نظر آئے گا۔ میری اس بات سے میرے ٹرک، بس اور رکشہ والے بھائی مجھ سے ناراض ہوں گے۔ لیکن وہ لوگ جو اس شہر میں بستے ہیں ان کی صحت متاثر ہوتی ہے اور ان کے بدن میں جو لیڈ کانٹینٹ کی پوسٹنٹیج اونچی ہو جاتی ہے اور اس لیڈ کانٹینٹ کی پوسٹنٹیج کے اوپر جانے سے ان کی صحت پر کیا اثرات پڑتے ہیں؟ ہم یہ نہیں سوچتے ہیں۔ ہم صرف یہ سوچتے ہیں کہ اگر میں نے یہ بات کہہ دی تو رکشہ ٹرک اور بس والے مجھے دوٹ نہیں دیں گے۔ حکومت کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ خصوصاً کوئٹہ کے جو ہارے آر۔ ٹی۔ اے۔ صاحبان، ہارے صوبائی ٹرانسپورٹ اتھارٹی کے صاحبان یا وہ حضرات جو فٹنس سرٹیفکیٹ (Fitness Certificate) جاری کرتے ہیں ان کو ذرا کھینچ کر رکھنا چاہیے۔ اگر آپ بالکل فٹ بسوں کو روڈوں پر چلائیں۔ میرے خیال میں اس وقت اسی فیصد ٹرانسپورٹ روڈوں پر چل رہی ہے انہیں ان فٹ قرار دیا جائے حکومت کو اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ جناب اسپیکر ہمارے مشاہدے سے گذرا ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ دوست جو اپنے آپ کو جہاندیرہ کہتے ہیں۔ وہ جب شکار پر جاتے ہیں اور ایک

سرکش پر بیٹھ جاتے ہیں اور جیب پانچ پہاڑی دنبے ان کے سامنے آجاتے ہیں تو وہ ان کا قتل عام کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ بہت فخر سے کہتے ہیں کہ میں نے اس ترکش سے پانچ پہاڑی دنبے مارے ہیں۔ میں نے یہ مارا میں نے وہ مارا۔ لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ آخر کچھ عرصے کے بعد ان کو ختم ہونا ہے۔ اس کے بعد ہماری اولاد ہوگی اور ان کی اولاد کی اولاد ہوگی ان کے لیے صرف تصویریں ہی رہ جائیں گی۔ اور ہم انہیں بتائیں گے کہ یہ چکور ہے، یہ چلتن مار خور ہے، یہ آئی بیکس ہیں۔ اور یہ ہرن ہیں۔ جناب میں جہاں بھی اپنے علاقہ میں جاتا ہوں وہاں اپنے لوگوں کو سمجھاتا ہوں کہ آپ وہاں ضرور جائیں لیکن ترکش کی بجائے کیمبرہ کے ساتھ ان کا شکار کریں۔ جناب اسپیکر! ہمارا وائلڈ لائف بالکل ختم ہونے والا ہے۔ حکومت کو اس سلسلہ میں سخت اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ میرے مشاہدہ سے گزرا ہے کہ بڑے بااثر لوگ نیشنل پارکس میں جا کر شکار کرتے ہیں۔ لیکن ان کی کوئی بھی بات نہیں لگا سکتا ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ وہ کیوں ان بااثر لوگوں کو ہاتھ نہیں لگاتے ہیں۔ اس کے لئے میں کہتا ہوں کہ سپیشل کورٹس یا یہ اختیارات ہائی کورٹ کو دیئے جائیں۔ جتنے بھی پوچرز ہیں۔ نیشنل پارکس میں، گیم ریزرو (game reserves) ہیں یا کہیں اور جتنے بھی پوچرز ہیں ان کو ہائی کورٹ ٹرائل کریں۔ ٹائم وہاں یہ انفلوئنسیل (influential) لوگ انفلوئنسیس (influence) نہ کر سکیں اور ہمارے جنگلی جانور قتل عام سے بچ سکیں۔ جناب اسپیکر! آج آپ ساری دنیا میں دیکھ رہے ہیں کہ وائلڈ لائف کی طرف توجہ دی جا رہی ہے اور یہ پلورو فلورو کاربنز ہیں۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ ہیں۔ یا دوسری گیسز (gases) ہیں اور جو جنگلات جل رہے ہیں ان سے اوزون لئیر بھی دو تین جگہوں پر سوراخ ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے یہ جو گیسز ہیں

ہماری پلانٹ (planet) کو متاثر کر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد سمندر کے سطحوں پر بھی اضافہ ہو جائیگا۔ جناب اسپیکر! اگر ہر آدمی اور ہر صوبائی حکومت ان چیزوں پر توجہ دیں اور لانگ ٹرم پلاننگ (Long term planning) کریں تو شاید ہم ان ماحولیات کے مسائل پر کنٹرول حاصل کر سکیں اسکے علاوہ میرے مشاہدہ سے گذرا ہے کہ لوگ تالابوں اور ندیوں میں گرینڈرز پھینکتے ہیں یا ان میں ڈائنامیٹرز پھینکتے ہیں اور مچھلیوں کا سٹاک کرتے ہیں۔ ان کا بھی تدارک کرنا چاہیے۔

جناب اسپیکر! ہمارے ساحلی علاقوں میں وفاقی حکومت کے لائسنس (Licence) کوریا اور جاپان کے ٹرالرز، میں اور شاید دوسرے مالک بھی اس شعبہ میں آگئے ہیں ہمارے غریب ساحلی لوگوں کی حق تلفی ہوتی ہے جو چھوٹے چھوٹے کشتیوں میں مچھلیاں پکڑ کر اپنا گزارہ کرتے ہیں۔ مگر دوسرے مالک کے بڑے بڑے ٹرالرز مچھلیوں کے سکولز پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ ہم وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مہربانی کر کے ہمارے کوسٹ پر کسی غیر ملکی ٹرالر کو لائسنس نہ دیں۔ اس طرف بھی ہم صوبائی حکومت کی توسط سے وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مہربانی فرما کر ان غیر ملکی ٹرالروں کو لائسنس نہ دیں۔ جناب اسپیکر!

فوڈ کے بارے میں جناب اچکزئی صاحب نے بہت تفصیل سے بات کی ہے کہ ایک طرف تو سرحدی علاقوں میں میں صرف چمن کی بات نہیں کروں گا۔ میں تودالبندین اور نوشکی وغیرہ کی طرف بھی بات کروں گا۔ سرحدی علاقوں اور دوسرے علاقوں میں ملیشیاء کا یہی حال ہے۔ انہوں نے بڑی چینرز (chains) لگائے ہوئے ہیں۔ دال کا ایک دانہ بھی وہ وہاں سے نہیں گذرنے دیتے ہیں جناب ملیشیاء والے بھی رشوت خوری کے عمل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر آپ ان کو سڑخ

یاسنر والا نوٹ دیں تو وہاں سے دس ہزار پوری بھی اگر آپ گزارنا چاہیں تو وہ آپکو چھوڑ دیں گے۔ جس طرح انہوں نے کہا کہ پہلے ملیشیاء اور کوسٹ گارڈز کے سلسلے میں ایک قرارداد ڈاکٹر مالک صاحب نے پیش کرنا تھی لیکن اجلاس کو ملتوی کیا گیا وہ ہاشمی صاحب کو پتہ ہے کہ اس اجلاس کو کیوں پروردگ (prorogue) کیا گیا۔ بہر حال ہم کہتے ہیں کہ یہ قرارداد پھر اس ایوان میں آئے تاکہ ایکے پرزور مطالبہ کے ساتھ ہم وفاقی حکومت سے مطالبہ کریں کہ اپنے کوسٹ گارڈ اور ملیشیاء کو ان کے ایمپس میں یا جو کچھ بھی ہیں انہیں وہاں رکھیں جو نظم و نسق ہے لیویئر پولیس یا ایکسائیز ڈیپارٹمنٹ اسے سنبھال لے۔ اگر سمگلنگ ہوگی تو اسے کسٹم سنبھال لے گا آپ ان اداروں کو کچھ سنبھال سکتے ہیں لیکن ملیشیاء والوں کے چین پر اگر آپچی گاڑی رکے گی تو سب سے پہلے وہ آپ سے کہے گا کہ کوزش آپ حیران ہوں گے کہ کوزش کا کیا مطلب ہے۔ اس کے بعد آپ ڈکشنری ڈھونڈیں گے۔ تو پھر آپ سمجھیں گے کہ افنر صاحب کھ رہے ہیں کہ کوزش اتنے میں وہ آپکو جی تھری کے ساتھ اڈا دیگا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آپ نے ۲۲ تاریخ کو اسمبلی زور آوری سے پروردگ کیا تھا لہذا مہربانی فرما کر یہ قرارداد آپ پھر لائیں تاکہ ہم وفاقی حکومت سے پرزور مطالبہ کریں کہ اپنے ملیشیاء والوں کو سمجھائیں کہ وہ اپنے آپ میں رہیں۔ جناب اسپیکر! یہاں ہمارے لوگوں کو پینے کا پانی نہیں مل رہا ہے لیکن یہاں منی انڈسٹریل اسٹیٹس بنائے جا رہے ہیں۔ ہماری موجودہ انڈسٹریز ہیں مثلاً پولان ٹیکسٹائل مل، بیلہ ٹیکسٹائل مل، ہرنائی کا ولن ٹیکسٹائل مل اور بی۔ ڈی۔ اے کے نورنظر اور بھی ایسے کارخانے ہیں جو نقصان میں جا رہے ہیں یا بند پڑی ہیں۔ لیکن جناب ہم ان انڈسٹریل اسٹیٹس کو ڈویلپ کرنے کیلئے پیسہ خرچ کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے یہ بالکل فائدہ

مند نہیں ہوگا۔ بہتر یہ ہوگا کہ اسکو ریوائنر (revise) کر کے ریویس ہمارے ایم پی کے صاحبان کی اسکیمز پر لگایا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ لیکن جس طرح یہ انڈسٹریل اسٹیٹ یعنی لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ ہم بلوچستان میں صنعتکاری کو ترقی دے رہے ہیں۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ لولان ٹیکسٹائل مل اور دوسرے ملین حب وغیرہ کے بند پڑے ہیں۔ تو وہ پراسس اسٹیج نہیں ہو رہے۔ بلکہ صرف سبز باغ دکھانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اور میری گزارش ہے کہ اگر پرائیویٹ سیکٹرز کو ان سینٹوز (incentives) دیں اگر وہ لوگ پرائیویٹ سیکٹرز میں انڈسٹریز لگائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ کیونکہ میرے مشاہدے سے گزرا ہے کہ پرائیویٹ سیکٹرز میں جتنے انڈسٹریز ہیں وہ سب منافع میں چل رہے ہیں اور پبلک سیکٹرز میں جتنے بھی انڈسٹریز ہیں وہ سب نقصان میں چل رہے ہیں۔ یا بند پڑے ہیں کوئی ان کی مشینری خرید کر کہیں اور لگانا چاہتا ہے اگر پرائیویٹ سیکٹرز کو کئی انڈسٹری دینے کیلئے ان سینٹوز (incentives) دیں اور اسے آپ پابند کریں کہ یہ انڈسٹریز یہاں لگائیں جہاں ان کا خام مال دستیاب ہو اس انڈسٹریز سے حکومت ریونیو (revenue) بھی کما سکتی ہے علاقے کے لوگوں کو روزگار بھی مل سکتا ہے کیونکہ اس وقت صوبائی حکومت ۸۰ و ۹۰ ہزار لوگوں کو تنخواہ دے رہی ہے اور یہ کم تک اپنے بجٹ سے ۹۰ و ۸۰ ہزار لوگوں کو تنخواہ دیتی رہے گی۔ اور کت تک یہ برداشت کرتی رہے گی۔ تو جناب میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ پرائیویٹ سیکٹرز کو ان سینٹوز (incentives) سہولت اور حوصلہ افزائی کریں کہ وہ اس سیکٹرز کو ان سینٹوز (incentives) دیں تاکہ بلوچستان میں صنعتکاری کی جو مہم ہے وہ تیز اور آگے جائے۔ اور بہتر صنعتیں اس میں بیسکے انڈسٹریز بھی ہوں اور اس قسم کی مختلف صنعتیں

بھی ہو سکتی ہیں۔ جناب مائینگ بھی ایک بہت بڑی انڈسٹریز ہے پہلے تو ہم دُعا کرتے تھے کہ اگر سینڈک پراجیکٹ شروع ہو جاتا ہے تو اس سے براہ راست چار پانچ ہزار لوگوں کو روزگار ملے گا۔ اور (indirectly) آٹھ نو ہزار لوگوں کو بھی روزگار مل سکے گا۔ اس سے اتنا میکی ایکٹیوٹی (Economically activities) کی بہت امید رکھتے ہیں۔ لیکن ہماری شنید میں آیا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ چائنیز (Chnies) بھی پہنچ چکے ہیں۔ اور اس سے پہلے یہ بھی سناتا تھا کہ اسٹام آباد میں ہمارے اقتدار اعلیٰ رومانہ کے ساتھ کوئی سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ لیکن اب شکر ہے کہ چائنیز (Chnies) آگئے اور سینڈک سے ہو کر آئیں اگر ان کے ساتھ معاہدہ ہو جاتا ہے تو یہ چیز بھی فائدہ مند ہے۔ تو جناب مائیز میں مائنگ ایک انڈسٹری ہے اسکو اگر ایکسپنڈ (Expand) کریں تو چار سو بے پیسہ کما سکے گا۔ ہمارے لوگوں کو روزگار ملے گا اور معاشی فائدہ ہوگا ہمارے ہاں کوئلے کی ایک بہت بڑی صنعت ہے جہاں میں نے دیکھا ہے جو کولے مائیز ہے ان کی مراعات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ حالانکہ مختلف مرحلے میں ان کیلئے پیسے رکھے جاتے ہیں۔ لیکن جب آپ وہاں جائیں تو آپ کو احساس ہوتا ہے کہ ان کی تعلیم کیلئے کیا سہولت ہے پانی اور روڈ کیلئے کوئی سہولت نہیں۔ ہمارے انجینئر مائیز صاحبان میں انہوں نے کبھی کسی شاپ کا معاوضہ نہیں کیا مثلاً یہ انجینئرنگ سے Engineering point of view سے سید ہے یا بالکل کمزور ہے اس لئے آئے دن ایکسیڈنٹ ہوتے رہتے ہیں اور جو ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں۔ تو ان کو بھی اتنا معاوضہ نہیں دیا جاتا۔ جتنا کہ ایک قیمتی جان کا فیاض ہو جاتا ہے کوئی تیس پینتیس ہزار ان کو معاوضہ دیا جاتا ہے اور جو (compen

آجائے۔ اور اسکو کہیں ملازمت مل جاتی ہے۔ ان کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ ڈگر یا ہاتھ میں اٹھائے در در کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ ہمارے جو کوالیفائیڈ انجینئر ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ تو ہم ان غیر تربیت یافتہ یا نیم تربیت یافتہ لیبر کو کس طرح روزگار مہیا کر سکیں۔ سرکار تو روزگار مہیا کرنے سے رہی۔ بجٹ خسارے کا اور نوے ہزار لوگوں کو ویسے صوبائی گورنمنٹ تنخواہ دے رہی ہے تو اس سے پہلے میں نے عرض کیا ہے کہ صرف اور صرف بیروزگاری ختم کرنے کیلئے

(ation) ہے یا جو آفیسر صاحبان ہیں وہ بھی اپنا کمیشن وغیرہ لے لیتے ہیں جس آدمی کی جان چلی جاتی ہے یا ہاتھ پیر وغیرہ کٹ جاتا ہے ان کے تقریباً پندرہ ہزار روپے رہ جاتے ہیں۔ اور حکومت کہتی ہے کہ ہم نے انسداد رشوت ستانی کا خاتمہ کیا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ کوئی انسداد رشوت ستانی کا خاتمہ نہیں ہوا ہے۔ اب تک وہی کمیشن سسٹم چلا آ رہا ہے۔ وہی ٹھیکیداری سسٹم صوبائی گورنمنٹ کہتی ہے کہ پچیس ۲۵ فیصد لیکن ایکسین (۷۴) صاحب کہتے ہیں کہ نہیں میں جتنا پہلے لیتا تھا اتنا ہی لوں گا۔ اور اسکی وجہ سے اب تک کام بند پڑا ہے۔ بہت سے ایسے اسکیمات جو آٹھ آٹھ دفعہ ٹنڈر ہو چکے ہیں۔ لیکن ٹھیکیدار صاحب کہتے ہیں کہ یہ کام رزقی ہے۔ اس میں ہمیں نقصان ہے۔ میرے خیال میں انسداد رشوت ستانی کا خاتمہ نہیں ہوا ہے (Eradication

of corruption) اور سرکاری گاڑیوں کی مس پوز یعنی غلط استعمال بھی میری نظر سے گذرا ہے اس کے لئے بھی کوئی رقم نہیں رکھی گئی اور میں نے دیکھا کہ گاڑیاں اتنی استعمال ہو رہی ہیں جس کا آپ اندازہ نہیں لگا سکتے ایک تو یہ کہ افسر صاحبان جو استعمال کرتے ہیں تو میں پانچ منٹ کے لئے مان لیتا ہوں ایسے لوگ جو صوبائی گورنمنٹ میں کوئی عہدہ رکھتے لیکن ٹھیک ہے وہ ممبر آف پارلیمنٹ ہوں گے یا کسی اور آرگنائزیشن سے ان کا تعلق ہوگا۔ لیکن میں نے خود دیکھا کہ وہ سرکاری گاڑیاں استعمال کرتے صرف کونٹے میں ہی نہیں بلکہ اور جگہ بھی گاڑیاں اپنے ساتھ پھراتے ہیں۔

جناب! میں پاور ڈویلپمنٹ میں ہمارے ٹریننگ انسٹیٹوٹ ہیں۔ ان میں آج تک تو میری نظر سے نہیں گذرا کہ کوئی غیر مہتمم آدمی ایک مہتر کے ساتھ واپس

آجائے۔ اور اسکو کہیں ملازمت مل جاتی ہے۔ ان کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ ڈاکٹر یان ہاتھ میں اٹھائے در در کی کھوکھو کریں کھاتے ہیں۔ ہمارے جو کوالیفائیڈ انجینئر کھوکھو کریں کھاتے ہیں۔ تو ہم ان غیر تربیت یافتہ یا نیم تربیت یافتہ لیبر کو کس طرح روزگار مہیا کر سکیں۔ سرکار تو روزگار مہیا کرنے سے رہی۔ بجٹ حسارے کا اور نوے ہزار لوگوں کو ویسے سو بائی گورنمنٹ تنخواہ دے رہی ہے تو اس سے پہلے میں نے عرض کیا ہے کہ صرف اور صرف بیروزگاری ختم کرنے کیلئے یہ طریقہ ہے کہ ہم پرائیویٹ سیکٹر زمین جتنے صنعتیں لگ چکے ہیں انکو ہم ٹرینڈ کریں ان کو ہم چلائیں اور ہمارے نیم تربیت یافتہ یا کوالیفائیڈ صاحبان ہیں۔ ان کو وہاں کھپا سکیں۔ ابھی ہمارے ایک سوتیرہ (۱۱۳) ڈاکٹر صاحبان بے روزگار پھر رہے ہیں۔ اور ویسے ڈاکٹر صاحبان ادا انجینئر صاحبان کی پروڈکشن ہو رہی ہے۔ لیکن سپلائی زیادہ ہے اور ڈیمانڈ کم ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جلوس جلسہ اور غیر ضروری شغلوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ جو تعلیم حاصل کر کے تین تین چار چار سال اپنا نام لگا کر آجاتے ہیں۔ ان کو استعمال کرنا چاہیئے اور اس طرح استعمال نہ کریں چھپنڈائیں ان کو استعمال کریں اور جو ناپسند ہے انہیں ہم رومی کی ٹوکری میں ڈالیں۔

جناب والا! میں نے پچھلے سال بھی ٹورزم کے بارے میں عرض کیا تھا۔ کہ مثلاً ابھی غیر ضروری۔ ہزار گنجی نیشنل پارک یا اور ٹورزم ریسٹ ہاؤس یا ڈاک بنگلہ اس سے عام غریب آدمیوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکے گا۔ ٹھیک ہے میں ایم۔ پی۔ اے صاحب ہوں میں کسی کنٹرولر صاحب کو کہتا ہوں کہ ایم۔ پی۔ اے

صاحب آرہا ہے صاف ستھری جگہ اور کھانے کا بندوبست کریں مجھے تو فائدہ ہو سکتا ہے لیکن عام آدمی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکے گا۔ عام آدمی کو ٹورزم کی جگہ چوکیدار نہیں چھوڑے گا۔ میں نے پچھلے بجٹ سیشن میں عرض کی تھی۔ کہ ٹورزم غیر ضروری چیزیں ہیں۔ اگر آپ پرائیویٹ سیکٹرز کو یہ چیزیں دیں۔ تو وہ اسکو بہتر چلائیں گے۔ حکومت اسکے رقم کھاسکے گی۔ ابھی حکومت پانچ چھ لاکھ روپے سے ایک ریسٹ ہاؤس بنائے گی۔ اور ہر سال پھر ایک لاکھ روپے اسکی مرمت کیلئے دے گی اور پچاس ہزار روپے چوکیدار جو نیئر کلرک وغیرہ کے تنخواہوں کے لئے چلے جاتے ہیں۔ میں اسکو غیر ضروری سمجھتا ہوں میں نے پہلے عرض کی کہ میں اس بجٹ کو دیکھ کر اس ایوان سے باہر جو غریب لوگ ہیں ان کو بنیادی ضروریات کی سہولتیں میسر نہیں۔ میں ان کے حوالے سے سوچتا ہوں ان کیلئے یہ غیر ضروری ہے کیونکہ ہم جہاں بھی جاتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں پینے کا پانی چاہیے اسکول اور روڈ چاہیے اور ہمیں بجلی دیں بسک ہیلٹھ یونٹ یا ہسپتال دیں۔ لیکن ہم ان کو کچھ نہیں دے سکتے۔ تو یہ غیر ضروری چیزیں ٹورزم ریسٹ ہاؤس یا لائٹ آف ہے اس میں عام آدمی رہ نہیں سکتا۔ ہاکی وغیرہ کی کیا ضرورت۔ ایک میر ظفر اللہ جالی صاحب ہمارے لیے کافی ہیں کہ وہ کبھی ہاکی کھیلنے کے چیئر مین رہ چکے ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں۔ کہ نہ ہاکی کی ضرورت ہے اور نہ کرکٹ کی۔ یہاں فٹ بال پر توجہ دی جائے کیونکہ یہ غریبوں کا کھیل ہے اسکو زیادہ ڈویلپ کریں۔ اس کے لئے زیادہ فنڈ رکھیں۔ اس کے لئے اسٹیڈیم بنائے جائیں۔ جو عام آدمی کھیل سکتیں۔ کرکٹ نہ میں کھیل سکتا ہوں نہ یہ غریب عوام کیونکہ آپ بلوچستان کی آبادی کو دیکھیں جہاں اکثریت فٹبال کو پسند کرتی ہے۔ کیوں نہ ہم اس غریب کے کھیل کو ترقی دیں۔ اور اسکی طرف

توجہ دیں۔

کچھ فٹبال کی طرف بھی ہم توجہ دیں۔ اچھے اچھے اور نامور فٹبالرز کی زندگیوں اور ٹیلنٹس (talents) پر توجہ دیں تاکہ کوئی نہ کوئی فائدہ تو حاصل کریں۔ اس بجٹ میں مستونگ اسٹیڈیم کیلئے ہمارے سُننے میں آیا تھا کہ کچھ پیسے رکھے گئے تھے۔ لیکن میں نے دیکھا تو ڈسٹریوٹرون کیلئے پیسہ رکھا گیا ہے لیکن فٹبال اسٹیڈیم کیلئے کچھ بھی نہیں رکھا گیا۔

ایکسٹرا اکاموڈیشن ان اسلام آباد۔ جناب والا! بلوچستان ہاؤس کس کیلئے یہ فلیٹس بن رہی ہیں۔ مجھے اسکا علم نہیں شاید وزیر صاحبان کے لئے بن رہی ہوں کیونکہ ان کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے ان کے لئے ایکسٹرا اکاموڈیشن بن رہی ہے میں سمجھتا ہوں یہ رقم غیر ضروری طور پر خرچ ہو رہی ہے۔ فی الحال اسے روک دینا چاہیے اور یہ رقم غریبوں کی فلاح و بہبود کیلئے خرچ کی جائے۔ ہمارا فلیٹس سے کیا ہے اسلام آباد کے بلیٹو ایریا میں کوئی کمپلیکس بن رہا ہے میری نظر سے گزرا جناب والا پہلے تو ہم عام لوگوں کو بنیادی ضروریات مہیا کریں اسکے بعد اگر صوبائی حکومت کاروبار میں ملوث ہونا چاہتی ہے تو وہ بعد کی بات ہے لیکن پہلے تو ہم لوگوں کے چھوٹے چھوٹے مسائل حل کریں لیکن ہم یہ تو کر نہیں سکتے اسلام آباد کے گرینری ایریا میں ہم ریڈیٹیشنل فلیٹس بنا رہے ہیں اگر بلیٹو ایریا یا اسلام آباد میں کوئی پلارہ بنا رہے ہیں۔ تو اس سے ایک عام آدمی کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ چارے ایک عام شہری لعل خان کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا وہ بے چارہ تو ساری زندگی اسلام آباد نہیں جاسکتا تو کہتا ہے اگر آپ اسکول نہیں بنا سکتے تو کم از کم میرے گھر کے سامنے ملک لگا دو تاکہ میں اپنے لئے پانی تو لاسکوں آپ امنراں کیلئے نئے فلیٹس بنا رہے

ہیں میں اسے غیر ضروری سمجھتا ہوں اور کہتا ہوں کہ یہ پیسہ نکال کر کسی ضروری اسکیموں میں خرچ کیا جائے پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے سوائے کوئی اسکیم نہیں میری اسکیمیں۔ وٹنگے لسٹ میں ہیں خدا عطا جعفر صاحب کی دعاؤں کو قبول کرے تو کچھ پروکیٹیشن ان بوجھتاں ہاؤس اور اسٹیم کی چیزیں ہیں جن سے لوگوں کو براہ راست فائدہ نہیں ہوگا۔ سی اینڈ ڈبلیو کے بارے میں میرے مشاہدے میں آیا میں نے دیکھا کہ ہماری کارپٹنگ مشینیں ہمارے صوبے سے باہر استعمال ہو رہی ہیں۔ کرپشن کے سدباب کے سلسلے میں عرض کرونگا کہ ایفیشنس (efficiency) تو زیر وزیر وہ ہے کارپٹنگ مشینیں باہر چل رہی ہیں اسکی تحقیقات کریں کہ ہماری مشینیں نجات پاکیں اور استعمال ہو رہی ہیں آپ یہاں کوڑے کی روڈز کی حالت دیکھیں ٹریفک کی کیا نازک حالت ہے اگر چل سکتی ہیں ٹرک ہی یہاں چل سکتے ہیں انگریزوں نے یہاں ڈرنج سسٹم بنایا تھا آپ دیکھیں یہاں سارا پانی روڈوں پر چلتا ہے ہم چلاتے ہیں کہ بوجھتاں میں پیسے کا پانی نہیں ہے لیکن آپ کوڑے کی حالت دیکھیں تو یہاں کی ٹرکوں پر ہر طرف پانی چلتا ہے۔ جناب اسپیکر۔ ہمارے دوستوں نے یہاں زمینداری کے شعبہ کے متعلق بہت باتیں کیں۔ ہمارے ہاں کچھ علاقے خشک رہتے ہیں۔ اور کچھ سارا سال پانی والے علاقے ہیں جہاں انڈر گراؤنڈ پانی پمپ کر کے ہم سارے علاقے کو پانی دیتے ہیں لیکن انڈر گراؤنڈ یہ پانی کی سطح اوسطاً سات آٹھ فٹ سالانہ گہرتی چلی جا رہی ہے ابھی ڈیلی ایکشن ڈیم کا نظام بنا رہے ہیں۔ جناب والا! اس طرف زیادہ توجہ دی جائے کیونکہ ہر سال واٹر ٹیبل نیچے کی طرف جا رہا ہے۔ آپ اندازہ لگائیے اگر یہی رفتار رہے تو آج سے دس سال بعد کیا سطح ہو جائیگی۔ پھر ایک غریب آدمی کیا کہے گا۔ جناب والا تب ہی تو میں کہتا ہوں نہ سرکار اور نہ ہی خدمت کار پانی نکال سکے گا۔ ہر سال ہمارا سیلاب کا پانی صنایع چلا جاتا ہے ہمارے علاقہ میں جناب والا! میں صرف ایک علاقہ کی بات کرتا ہوں آپ سر و گاپ پنچائی منگو چر کا تک کو لیں یہاں کا قبا بھی

پانی ہے سیلاب کا بہہ کہ گلستان سے شوروک (افغانستان) سے ہوتا ہوا دوبارہ زندگی
 ناوڑ میں جاگتا ہے اور اس دوران یہ پانی استقدر تکین ہو جاتا ہے۔ اگر ہم اس
 پانی کو یہاں ہارڈ لیٹ کر ہی بھی تو بیکار ہوتا ہے۔ اور پاکستان میں اگر اس پانی کی کوئی
 افادہ حیثیت نہیں ہوتی۔ جناب والا! آپ ایریشن چیک ڈیمز بنائیں یہ بلوچستان کے
 لئے انتہائی ضروری ہیں۔ یہاں میرے خیال میں کوئی توجہ اس پر نہیں دی جاتی۔
 جناب اسپیکر۔ اب میں ایریگیشن اسکیمز کی طرف آتا ہوں مثلاً ہمارے علاقے میں
 ایریگیشن اسکیمز کے لئے ایک کروڑ روپے رکھے گئے ہیں یعنی مٹھڑی غازی کے لئے
 ہمارے چاکر خان ڈومکی صاحب یہاں نہیں ہیں۔ وہ بھی چلا رہے تھے کہ اس طرف توجہ
 نہیں دی جا رہی ہے دریا کے کنارے میں جو پانی آتا ہے منہجر جھیل میں چلا جاتا ہے
 اگر فلڈ وارڈ کیلئے کوئی جامع اسکیم بنائی جائے تو اس سے ہم کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ پہلے
 تو یہ تھا بیلوں کو باندھتے یعنی اس وقت لوگ جوڑے باندھتے تھے لیکن ابھی ان کے پاس بیل نہیں
 لوگوں نے جوڑے بیچ دیے ہیں۔ ابھی ٹریکٹروں کا زمانہ ہے وہاں جب پانی پڑتا ہے
 تو زمین تک نہیں پہنچ پاتا۔ سلٹ اپ ہو جاتا ہے۔ لہذا جب زمین تک پانی نہیں پہنچتا
 تو لوگ وہاں سے مائیکرو پیٹ کر رہے ہیں۔ شہروں کا رخ کر رہے ہیں۔ تو اب دیکھیں
 کہ ہم شہریوں کی بنیادی ضروریات پہلے پوری نہیں کر سکتے ہیں۔ اسلئے اس طرف توجہ
 کی ضرورت ہے۔ جنکی پارلشمنٹ پہلے زیادہ ہے۔ رورل یعنی دیہی آبادی کے لوگ
 جو گزارہ کرتے ہیں۔ انکی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے بھی آپ توجہ دیں۔ جناب والا
 میرانی ڈیم کے بارے میں ہمیں خوشی ہوئی انشاء اللہ اس پر عملدرآمد ہوگا۔
 تو ہمارے مکہ ان کی بنجر زمین آباد ہو جائیگی صاحبہ جان مجھے وہاں سے دیکھ رہے
 ہیں۔ شاید پنجگور آباد نہ ہوگا لیکن دشت کا ایریا آباد ہو جائیگا۔

جناب اسپیکر! اب میں ایجوکیشن کی طرف آتا ہوں۔ پرائمری ایجوکیشن کے بارے میں میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ پرائمری کے بچے کو پڑھانے کے لئے ایک مڈل پاس استاد آتا ہے۔ وہ غیر تربیت یافتہ ہوتا ہے۔ اس آدمی کو نوکری درکار ہوتی ہے، جناب والا! جب ایک چھوٹا بچہ جس نے ابھی ہوش سنبھالا ہوتا ہے اور ایک استاد جو بالکل ان ٹرینڈ یعنی غیر تربیت یافتہ ہوتا ہے اسکو پڑھانے کا صحیح طریقہ نہیں آتا یعنی ایک دو تین اور الف ب و ہ بچے کی نفسیات کو نہیں سمجھتا لہذا وہ ڈنڈا اٹھا کر بچے کو مارتا ہے۔ یو ایس ایڈ کے تحت اپ گریڈ لیشن آف رورل ایجوکیشن ہو رہی ہے۔ جناب والا! میں نے اپنی گزشتہ بجٹ اسپیکر میں کہا تھا کہ پرائمری ایجوکیشن کی طرف توجہ دی جائے اور پرائمری ٹیچر کی تعلیمی قابلیت کم از کم گریجویٹ ہونی چاہیے۔ کیونکہ بہتر استاد ان چھوٹے معصوم بچوں کی نفسیات کو بہتر سمجھ سکتا ہے مگر یہ کم تعلیم یافتہ اسٹاڈنٹ کی نفسیات کو نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ اور ان چھوٹے معصوم بچوں کو ڈنڈے سے مارتے ہیں اور ہمارے اسکول کے بچوں کو یہ کہتے رہتے ہیں۔ کہ کٹری لاؤ اور چائے پکاؤ دودھ لاؤ وہ چائے پنی کر چلے جاتے ہیں اسی طرح چھوٹے بچوں کی تعلیم ضائع ہو رہی ہے۔ جب ہم ایک بچے کے ساتھ یہ برتاؤ رکھ رہے ہیں۔ ان کی جو بنیادی تعلیم ہے وہ ناقص ہے جس کے لئے وہ آگے جاتا ہے جب وہ آگے جائیگا۔ وہاں ابتداء میں ہی ان کی زندگی خراب کی جا رہی ہے۔ جناب والا! جب یہ طالب علم بی اے ایم اے کر کے آتے ہیں ان کے پاس صرف ڈگری ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی ملازمت کے لئے درخواست بھی نہیں لکھ سکتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ یہی پرائمری ایجوکیشن پر سب سے زیادہ توجہ دینی چاہیے اساتذہ کے حالات کو بھی بہتر کرنا چاہیے۔ اور یہ حکومت ایجوکیشن کے حالات کو بہتر نہیں کر سکتی ہے اس سلسلے حکومت بالکل ناکامیاب رہی ہے

اور پچھلے دنوں اخبارات میں پڑھا تھا کہ کچھ طلباء تنظیمیں اکٹھی ہوئی ہیں۔ وہ تقسیم کا ماحول بہتر بنانے کے لئے کام کریں گے ہیں ان طلباء تنظیموں سے یہ امید رکھتا ہوں کہ اب جبکہ حکومت ناکام ہو چکی ہے آپ آگے آئیے یعنی طلباء آگے آئیے اور تعلیمی اداروں کی حالت کو بہتر بنائیں ان کے ہاتھ سے کلاشنکوف چھین کر اسہیں قلم دیدیں ان کو کتا ہیں دیدیں۔ میں طلباء تنظیموں سے جو متحد ہوئی ہیں۔ ان سے یہ امید رکھتا ہوں کہ یہ بہتر انتظام کر سکیں گے۔

جناب والا! سول ہسپتال کی حالت آپ نے بھی دیکھی ہوگی۔ اور تمام معزز اراکین اسکی حالت سے واقف ہونگے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ سابق وزیر صاحب یا کسی دیگر افسر نے اسکی حالت خراب کی ہے۔ مگر حقیقت یہ نہیں ہے جیسا کہ سب کو پتہ ہے یہ پورے بلوچستان میں ایک جنرل ہسپتال ہے باقی جو ہمارے ڈسٹرکٹ یا ڈویژنل ہسپتال ہیں۔ وہاں پر یہ سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اگر آپریشن کھیڑے۔ تو سہولیات نہیں ہیں۔ آکسیجن دینے کے انتظام نہیں ہیں۔ دیگر ضروری آلات نہیں ہیں یہ ہمارے ہسپتال کا حال ہے۔ میرا گزارش ہے کہ ڈسٹرکٹ ہسپتال ہیں۔ اور ڈویژنل ہسپتال ہیں۔ انکی حالت کو بہتر کیا جائے۔ اور اس سول ہسپتال کو بھی اپ گمڈ کیا جائے اور ان تمام ہسپتالوں میں سپیشٹ رکھے جائیں۔ اس میں ان تمام کو بہتر ٹریننگ فراہم کی جائے۔ علاج کی بہتر سہولیتیں فراہم کی جائیں۔ ہمارے مکران کے لوگ ان حالات میں مجبور ہیں۔ کہ وہ علاج کے لئے کراچی جائیں۔ کیونکہ ان علاقوں میں گوادریسی مکران میں اور پنجگور میں کوئی ہسپتال نہیں ہے کوئی سہولیات نہیں ہیں۔ جب ان کے لوگ بیمار ہو جاتے ہیں۔ وہ مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور پی آئی اے کے ذریعے کراچی جاتے ہیں۔ اور غریب لوگوں کا علاج نہیں ہو سکتا ہے آپ اگر اس جنرل ہسپتال کو اپ گمڈ نہیں کر سکتے ہیں۔ تو آپ وہاں پر ان علاقوں میں بھی بہتر مراعات فراہم کریں۔ تاکہ وہاں پر لوگ علاج

معالجہ کر سکیں اور وہ کئی یا باہر نہ جائیں تاکہ یہ دور دراز کے علاقوں میں اپنا علاج
 معالجہ کر سکیں اگر آپ ان کو لیڈی ڈاکٹر اور پبلسٹ مہیا کریں گے۔ تو وہ وہاں پر علاج
 کر سکیں گے اور اس طرح ہم سول ہسپتال پر بھی توجہ نہیں دیتے ہیں۔ سارے بلوچستان
 میں یہ بنیادی سہولتی مہیا کریں تاکہ وہ علاج وہاں پر کر سکیں گے۔ اور اس ہسپتال میں
 ایسے آلات پڑے ہوئے ہیں۔ آپ یہ نانو آلات ضلعی ہسپتالوں اور ڈسٹرکٹ
 ہسپتالوں کو دے دیں تاکہ وہ وہاں علاج کر سکیں۔ اور یہاں کہ وٹروں روپے کے آلات
 ہیں۔ جو ضائع ہو رہے ہیں۔ ان پر حکومت کوئی توجہ نہیں دے رہا ہے۔ ان
 ہسپتالوں کا رخ غریب لوگ کرتے ہیں۔ مگر وہاں بھی انکو علاج کا سہولت میسر نہیں ہوتی
 ہے۔ ان ہسپتالوں کا حالت کو بھی ہمیں ٹھیک کرنا ہو گا۔ آسمان سے تو فرشتے نہیں آئیں گے
 حکومت ان پر توجہ دے مگر مکان کے لوگ جو کہ غریب ہیں پھلی بیچ کر اپنے علاج کے
 لئے کراچی جاتے ہیں۔ اور وہ سفر کا سہولت نہ ہونے کی وجہ سے پچا آتی ہے
 کے ذریعے جاتے ہیں ساری آمدنی ان کی وہاں پر خرچ ہو جاتی ہے۔ اور اگر آپ
 ان غریبوں کو یہاں مراعات میسر نہیں کر سکتے ہیں۔ تو ان کو اپنے علاقوں میں علاج
 کا سہولت میسر کریں۔ اور ان ہسپتالوں میں کوئی متعلقہ شخص اور متعلقہ ذریعہ جائے
 اور دیکھے کہ کیا ہے۔ اور انہوں نے خود فرمایا ہے کہ غریب لوگ وہاں علاج کے لئے
 جاتے ہیں۔ اور یہ چیزیں غریب لوگوں کو چاہئیں اور ان ہسپتالوں کو جیسا کہ میں نے
 پہلے کہا ہے ہم لوگوں نے ٹھیک کرنا ہو گا۔ آسمان سے تو لوگ نہیں آئیں گے ہمارے علاقے مٹھی
 غازی۔ شاد زئی میں پچا ایچ یو نے ہوئے ہیں۔ وہاں ڈاکٹر صاحب نہیں ہیں۔
 اب تک وہاں ڈاکٹر صاحبان نہیں پہنچے ہیں۔ پتہ نہیں ہے وہ کس چیز پر پہنچ رہے
 ہیں۔ پیدل آ رہے ہیں۔ یا ان کو بھیجا نہیں جا رہا ہے ان کے بارے میں تو حکومت

بہتر جانتی ہے۔ ڈاکٹروں کے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جتنی بھی آسامیاں خالی ہیں۔ آپ مہربانی کر کے ان کو پبلک سروس کمیشن کو دیدیں۔ وہ ان کو تعینات کرے یا آپ ان کو تعینات کر کے متعلقہ ہسپتالوں میں بھیج دیں۔ ان علاقوں میں دوائیاں بھی نہیں ہیں۔ اور ڈاکٹر صاحبان کہتے ہیں۔ کہ ہم ان کے علاقوں میں جائیں۔ تو دوائی نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحبان کہتے ہیں۔ میرے پاس دوائی کی ایک بوتل ہوتی ہے۔ اور دن میں میرے پاس بیسوں مریض آتے ہیں۔ میں اس بوتل کو آدھا کر دیتا ہوں اور ان کا میں بغیر دوائی کے نفسیاتی علاج کرتا ہوں کیونکہ دوائیاں نہیں ہیں اور پتہ نہیں کہ وہ ان ہسپتالوں کے دوائیاں کہاں لے جانی جاتی ہیں۔ اور کہاں پر خرچ کرتے ہیں۔ اور پھر یہی بڑی باتیں بھی کہتے ہیں۔ کہ قومی انقلاب۔ جمہوری انقلاب۔ سامراجی انقلاب۔ استعماری قوتیں وغیرہ اور یہ دوائی خود اٹھا کر لے جاتی ہیں۔ یا پھر ہمارے ضمیر کو دیکھنا چاہیے۔ کہ کیا چیز ہمارے لوگوں کے لئے بہتر ہے۔ اور اگر ایسی بات ہے۔ تو ان کو بڑی بڑی بات نہیں کرنی چاہیے۔ اور بڑے بول نہیں بولنے چاہئیں۔ ہمارے معاشرے کے ہر فرد کو ہر انفر کو ہر روز یہ کہہ کر اور وزیر اعلیٰ کو سب کو غریب عوام کے لئے کچھ کرنا چاہیے اور اگر کوئی ڈاکٹر ہے یا انفر ہے تو ان کو ہمارے ان غریب لوگوں کی خدمت کرنی چاہیے۔ جناب والا! سول ہسپتال کے ایک اور اہم مسئلہ کا ذکر کرونگا جو کافی عرصہ سے وہاں پر ہے۔ یہ سول ہسپتال جنرل ہسپتال ہے۔ جتنے بھی سپیشٹ ہیں۔ وہ ہم اس ہسپتال میں رکھیں۔ وہ ہم اس ایک ہی ہسپتال میں رکھیں تاکہ مختلف شعبوں کا آپس میں گہرا ربط ہو۔

اور آپ نے نیند روسرجری ڈیپارٹمنٹ کو ہیملر ہسپتال میں پھینکا ہوا ہے اور کار ڈیولوپمنٹ کو بروری کے ہسپتال میں پھینکا ہوا ہے۔ میں اس کے متعلق یہ عرض کرونگا کہ جب

کہہ شخص کا حادثہ ہو جاتا ہے۔ اس کی مڈیاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔ اس کو فزیو لوجی کے لئے سول ہسپتال جانا پڑتا ہے۔ اور نیوروسرجری کے لئے اسکے ہیلتھ ہسپتال میں ڈاکٹر گلنڈار کے پاس بھیجتے ہیں۔ سر کا علاج ہے۔ ٹانگ کا علاج ہے۔ ان تمام ڈیپارٹمنٹس کا باہمی ربط ہونا چاہیے۔ ان کو ایک ساتھ اور نزدیک ہونا چاہیے۔ اور ڈاکٹر صاحبان کو بھی نزدیک موجود ہونا چاہیے۔ میرا خیال ہے یہ حکومت کا کام ہے جتنے بھی ڈیپارٹمنٹس ہیں۔ ان میں باہمی ربط پیدا کر کے جتنے بھی ہمارے اسپیشلسٹ صاحبان ہیں۔ اور ہمارے ڈاکٹر صاحبان ہیں۔ وہ ایک اچھا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ غریب عوام کا علاج ہو سکے۔ اور وہ مستفید ہو سکیں۔ میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ لوگوں نے کیوں ان دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا ہوا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ان کا کوآرڈینیشن (coordination) ہونا چاہیے۔ ان کو ایک دوسرے سے نزدیک ہونا چاہیے۔ میں ڈاکٹر صاحبان سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ ایک دوسرے سے کیوں لڑائی جھگڑا کرتے ہیں۔ اگر نیوروسرجری (Neuro-surgery) کا کیس ہے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ جی میں تو پلاسٹک سرجن ہوں۔ یا اگر پلاسٹک سرجری کا کیس ہے۔ تو کہتے ہیں۔ میں تو وسکولر (Vascular) سرجن ہوں۔ جناب ان اسپیشلسٹس کے درمیان حکومت ہی کوآرڈینیشن رکھ سکتی ہے۔ اگر میں انکو کہوں تو وہ میری بات سنیں مانتے گے۔ اور کہیں گے کہ آپ تو ایم۔ پی۔ اے ہیں۔ یہ حکومت کا کام ہے کہ سارے ڈیپارٹمنٹس میں کوآرڈینیشن بنائیں اور جتنے ہمارے اسپیشلسٹ صاحبان ہیں۔ ان کے درمیان بھائی بھائی کے فضا پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ان کے درمیان ایک بڑا ریفٹ (rift) ہے۔ وہ سب کہتے ہیں۔ کہ جی میں بڑا اسپیشلسٹ ہوں۔ میں آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ ان تمام ڈیپارٹمنٹس کو سول ہسپتال میں منتقل کر دیں اور اگر ضروری ہے تو پرنس

روڈ سے بلدیہ ہوئی تک جتنی بھی زمین ہے۔ یہ ساری زمین ہے تو سرکار کا، اس کو ایک جنرل ہسپتال میں مشاغل کریں اور باقی جو نمبر وغیرہ اور ہیلتھ کے ڈائریکٹریٹ کے لئے کوئی اور جگہ کا بندوبست کریں تاکہ ہمارے ہسپتالوں میں بہت سے اسپیشلسٹ موجود نہیں ہے پلاسٹک سرجنریاں نہیں ہے۔ پلاسٹک سرجری کے لئے مریضوں کو کہیں اور لے جانا پڑتا ہے۔ اسکے علاوہ میاں و لیکولر سرجنری نہیں ہے۔ اسکے لیے بھی کراچی جانا پڑتا ہے کیونکہ آپ اس کو یہاں ٹھیک نہیں کر سکتے ہیں ہمارے کارڈک ڈیپارٹمنٹ میں انگریزوں کے زمانہ کے کینٹس لگائے ہوئے ہیں۔ اب اگر کسی مریض کی تیمارداری کے لئے کوئی آتا ہے اور وہ آدمی بات کر رہا ہوتا ہے تو سارا شور دوسرے کیہن میں آجاتا ہے جکی وجہ سے مریضوں کا آرام سے علاج نہیں ہوتا ہے میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اب تو کچھ نہیں ہو سکتا ہے یہ تو آن کو ٹنگ ہے۔ لیکن اگلے سال کارڈک وارڈ علیحدہ ہو اور یہ جو اسپیشلسٹ، جیسے میں کہا کہ کارڈک سرجنری، و لیکولر سرجنری، اور ٹروما اسپیشلسٹ اگر آپ یہاں کریں تو کسی غریب آدمی کو بنگال جانے کی ضرورت نہیں ہوگی جناب اسپیکر اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہوں۔

جناب اسپیکر -

جی بیشک آپ کہیں۔

نواب محمد اسلم رئیسانی -

شکر ہے جناب اسپیکر! میرا خیال ہے کہ قائد ایوان بوس ہو کر چلے گئے ہیں جناب اسپیکر! پچھلے بجٹ میں میں نے کہا تھا کہ محکمہ بی۔ ڈی۔ اے سفید ہاتھا ہے۔ کیوں نہ ہم اس کو کالا کر دیں۔ میں

خود بی ڈی اے میں ڈیپٹی مینجر رہ چکا ہوں۔ آج تک بی ڈی اے نے کوئی کام نہیں کیا ہے۔ اسکا ایک پلانٹ اسلوفر پوریفیکشن ہے، طمانی ٹیکنیٹری اور گلاس فیکٹری ہے میں آپکو اور کچھ دکھا سکتا ہوں۔ جو کہ سارے بیکار پڑے ہوئے بی بی۔ ڈی۔ اے کیو۔ ڈی۔ اے اور آر ڈی کیلئے آپ نے رقم رکھی ہوئی ہے اسکی کیا ضرورت ہے۔ ابھی انہوں نے چوتھی مل لگائی ہوئی ہے۔ اس میں تقریباً تین چار سال سے وہاں جو مشینری پڑی ہوئی ہے۔ وہ سڑ رہی ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی ہے کہ ان مشینوں کو آپ انشٹال (install) کیوں نہیں کرتے ہیں۔ آپ اس مل کو کیوں نہیں چلاتے ہیں۔ مجھے پتہ ہے کہ خام مال یعنی اون وہاں بہت زیادہ ہے اور میں آرہی ڈی وہاں پر ہے پانی بجلی اور اگر اللہ نے چاہا تو وہاں گیس بھی آجائے گی۔ میرا خیال ہے کہ آپ سب لوگ مجھ سے اتفاق کریں گے۔ جناب اسپیکر! آپ کو کڑی حالت خود جانتے ہیں۔ میونسپل کارپوریشن کیو۔ ڈی۔ اے اور واسا وغیرہ سب سی اینڈ ڈبلیو ایک روڈ بناتیا ہے تو واسا والے آکر اسے کھود لیتے ہیں۔ یا کوئی گیس والا کھود لیتا ہے۔ یا پبلک ہیلتھ انجینئرنگ والا کھود لیتا ہے۔ جناب یہ تو ہماری حالت ہے۔ میرے خیال میں ایگرویکلچر سب سے بڑا حکمہ ہے۔ وزیر صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ Atomic

Research extention On farm water management Directorate of Agriculture
Engineering Research College Training Institute and Cooperation اور چھوٹے

موٹے دوسرے محکمے بھی ہیں۔ اب زمیندار براہ راست اس سے بالکل فائدہ نہیں حاصل کر رہے ہیں۔ کیونکہ جناب پہلے ریسرچ اسکے بعد ٹامک ریسرچ اور پھر اسکے بعد ایکٹیشن میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ جتنے بھی ڈائریکٹریٹس سب ڈائریکٹریٹس ہیں۔ انکے درمیان میں کوئی خاص ربط نہیں ہے۔ اور انکے درمیان کوئی خاص کوآرڈینیشن نہیں ہے

اگر ایک ریسرچ والا گندم کا ایک صحت مند تخم کے ساتھ آجاتا ہے اور وہ اسے اٹامک ریسرچ لے جا کر اور ان علاقوں میں لے جا کر دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اسکو کس طرح ایڈاپٹ (adopt) کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ یہ مال بالکل مارکیٹ کا ہے میں نے اکثر دیکھا ہے کہ وہ فیلڈ اسٹنٹ صاحب اپنے گھومنے کے لئے کوشش کرتا کہ مجھے ڈائریکٹر جنرل صاحب ایک موٹر سائیکل دلا دے اور پیسے میری تنخواہ سے کاٹ دے تاکہ سارا دن وہ چکر لگائے۔ لیکن جناب زمیندار کے لئے وہ کچھ نہیں کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایگزیکٹو کے جتنے بھی ڈیپارٹمنٹس ہیں وہ بالکل ری اسٹرکچرنگ (restructuring) مانگتا ہے یا پریکٹرائیڈ مانگتا ہے، کیونکہ ابھی یہ پریکٹرائیڈ نہیں ہے۔ ابھی تو یہ بالکل پرانی چیز ہے۔ جناب ہمارا ایک ایگزیکٹو کالج بھی ہے اسی میں ایک پرنسپل کی آسانی ہے۔ جس پر بیس گریڈ کا آفسر کا ہونا چاہیے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس پر اٹھارہ گریڈ کا آفسر ہے بہر حال وہ تو نہیں کہنا چاہتا اسے آپ نے کہہ دیا ہے۔ یہ تو مجھے ڈاکٹر صاحب کے توسط سے معلوم ہوا کہ اسے یونیورسٹی کیساتھ ایفی لیٹ (Affiliate) کر دیا گیا ہے۔ خیر وہ تو ٹھیک ہے، لیکن جناب اس میں ایسے غیر متعلقہ لوگ بھرتی کئے گئے ہیں۔ جیسے ہمیں بیسک سائنسز (Basic Sciences) ایف ایس سی۔ تک پڑھانے جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے ایگزیکٹو کالج کا بیسک سائنسز کا جو سیلابس (syllabus) ہے مثلاً فزکس میٹھیٹکس پھر فزکس اور ذوالوجی اور جناب میرے پاس ان سائڈز کے نام ہیں۔ اگر وزیر خزانہ یا وزیر زراعت چاہیں تو میں انکو انکا نام دے سکتا ہوں۔ یہ تو غیر ضروری اور نصاب کے برخلاف انکو تعینات کیا گیا ہے۔ جناب ایف فزکس کے استاد کو بیرون ملک تربیت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ حالانکہ بیسک سائنس ایف ایس سی تک پڑھانی جاتی ہے وہاں پر احمد شاہ فزکس پڑھاتا ہے۔ حفیظ اللہ ذوالوجی اسلم نیازی صاحب میٹھیٹکس اسد خان صاحب فزکس

ارشاد غنی صاحب ذوالوجی ایٹالوجی پڑھاتے ہیں۔ اسکو میں نے سیلیبس کے ساتھ ٹیلے (tally) کیا ہے۔ سیلیبس میں یہ بیسک سائنسز نہیں ہیں۔ وزیر زراعت صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ وزیر خزانہ بھی ہیں۔ اور انکے پاس انفارمیشن اور ٹوریزم کا محکمہ بھی ہے خدا کرے انکے پاس سارے محکمہ آجائے۔ ایگریکلچر کالج میں بہت بڑے بڑے لہذا انکو ٹھیک کیا جائے۔ خدا کرے کہ یہ کالج یونیورسٹی بھی بنے۔ جناب ہمارے ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کے کچھ فارمز ہیں۔ ایگزیکٹ فگنرز (exact figures) تو میرے پاس موجود نہیں ہیں۔ اب مثلاً انکے اخراجات کوئی ایک کروڑ روپے سے زیادہ ہیں۔ لیکن آمدنی تقریباً ۲۵ لاکھ روپے سے نہ زیادہ نہیں ہے۔ ان فارمز کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جناب والا! ایگریکلچر فارمز کے بارے میں یہ کہوں گا کہ ہمارے یہ فارمز کیا کر رہے ہیں۔ میرے پاس ابھی صحیح اعداد و شمار نہیں ہیں لیکن انکے اخراجات کروڑوں روپے سے زیادہ ہیں لیکن انکی آمدنی پینتیس لاکھ سے زیادہ نہیں۔ میرے خیال میں انکی کوئی ضرورت نہیں تاہم ہم چاہتے ہیں کہ انکو منافع بخش بنانے کی ضرورت ہے۔ اسکے علاوہ زمینداروں کو بہتر سڈز فراہم کرنے کے لئے ہمارا گورنمنٹ فارم ہے یہ فارم تو ہم نے اسلئے بنایا ہے کہ اپنے زمینداروں کو بہتر آلوکا تخم ہم پہنچا دیں لیکن ہمارے لوگ آلوکا تخم پنجاب سے لارہے ہیں اور یہ بے فائدہ ہے۔ جناب اسپیکر۔ چونکہ میرے خیال میں قائد ایوان صاحب نہیں ہیں اسلئے چند صاحبان آپس میں مجلس کر رہے جناب والا! بیان تو ہم شکلوں کو نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو کہتے ہیں۔ یہ جو سیٹ اپ ہے یعنی اس سارے نظام کو بدلنے یعنی گروس روت لیول (gross root level) سے اس نظام کو بدلیں۔ آپ ڈپٹی کمشنرز کو اختیارات دیں اسطرح میونسپلٹیز و یونین کونسلز کی حد تک اختیارات دیں اگرچہ ہم محسوس کرتے ہیں کہ بیوروکریسی اور ہم لوگوں میں فرق ہے۔ انکی اور ہماری طاقت میں

فرق ہے۔ ہم عوامی نمائندے ہو کر بھی انکے سامنے کچھ خواہ ایم این ایز سوں میں نہیں اور ڈسٹرکٹ کونسلز کے ممبرز ہوں۔ مثلاً ڈی سنٹرلائزیشن آف پاورز کے حوالے یہاں بات کی گئی تھی کہ جو ڈیشیری کو ایکٹیکو سے ہم علیحدہ کرنا چاہیے۔ ہمیں۔ لیکن تاحال ہم نے کہیں ایسی بات نہیں دیکھی بلکہ ہم نے دیکھا کہ ہمارے دوست جو سول جج تھے کوکس اور ٹھکے میں صنم کر دیا گیا میں انکا نام نہیں لیتا لیکن اگر ہاشمی صاحب کا حافظہ اگر بہتر ہو تو انکو یاد ہوگا جناب والا! ہمارے بچھون خواہ کے دوست یہاں نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسپیشل ڈویلپمنٹ پروگرام میں پشتون علاقوں کے لئے کوئی چینر بھی نہیں کا گئی اگر وہ آئیں یا کوئی ساتھ ان کو بتائیے مثلاً ابھی سینک پراجیکٹ اور پٹ فیڈر کینال اور میرانی ڈیم جیسے پراجیکٹس ہیں۔ اسپرچ سوئی گیس کو ایکپلاٹ کرنا چاہیں اگر خام مال یعنی (raw-material) جہاں راء میٹریل ہوگا۔ دیگر ذرائع موجود ہونگے۔ تو وہیں یہ کام ہر سکیں گے۔ جناب سپیکر ابھی ہم پشین میں تو سینک پراجیکٹ نہیں چلا سکتے اسپرچ سوئی گیس کو پشین میں ایکپلاٹ نہیں کر سکتے۔ میں حکومت سے گزارش کر دوں گا کہ پشتون علاقوں کے بھی ہمارے بھائی ہیں۔ وہ محرومی محسوس کرتے ہیں۔ تو ہم یہ بات واضح کریں کہ کون کس کا کھارہا ہے کسی نے کس کا کھایا۔ ہم تو پاکستان میں مظلوم و محکوم تو میں ہیں۔ ہمارے حقوق کوئی اور کھاتا ہے۔ ہم نے کسی کا حق نہیں کھایا جیسے میں نے کہا اب تک ہم دونوں مظلوم تو میں ہیں۔ ابھی عبدالحمید خان اچکزئی صاحب نہیں ہیں۔ ورنہ میں نے تو نوٹ بنائے تھے۔ جناب والا! وہ کہتے ہیں۔ چترال سے بوللن تک۔ بوللن تو میرا آباؤ قبرستان ہے میں کسی طرح اپنا قبرستان اسکو دے سکتا ہوں۔ سب سے تین میل اس طرف میرا گاؤں ہے۔ درہ بوللن کے اندر ٹھہرا ہے۔ میرے ساتھ ہاشمی جان کا گاؤں ہے۔ اسپرچ تو اپنے بچے تختہ کر دیا میں تاؤں ان لوگوں کا جو سلوگن ہے۔ یہ کچھ پشتون عوام کے لئے بھی خوب

نہیں ہے۔ جب تک ہم اپنا حق استعماری قوتوں سے نہیں لے سکتے اسکے لئے ہم متحد ہو کر جدوجہد کریں۔ پشتون عوام بھی یہی سوچتے ہیں۔ کہ جنک ہم متحد نہیں ہونگے ہم اپنا حق نہیں لے سکتے یہ آسان بات ہے۔ ہم جہد کے منعقد کر کے اور مٹی پر بیٹھ کر بھی فیصلہ کر سکتے ہیں میری بات یہ ہے کہ آپکی لغزہ بازی سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ اس سے نفرت بڑھتی ہے۔ جہاں تک انہوں نے ڈی سنٹرلائزیشن کی بات کی ہے۔ تو ہمارا پولیٹیکل سینٹسٹر (سیاسی منسٹر) ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ قوموں کے حق خود ارادیت یعنی پاکستان میں موجود قومیتوں کو اور صوبوں کو سانی ثقافتی اور تاریخی بنیادوں پر حقوق دیے جائیں۔ ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے ہم عوامی رائے پر اعتماد کرتے ہیں۔ کہ عوام کسی چیز پر اپنی رائے دیتے ہیں۔ جناب اسپیکر میں نے آپکا اور اپنے دوستوں کا دقت ذمہ کیا لیکن ایک بات کرتا ہوں۔ ہم حزب اختلاف کے پنجرے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کونسل آف کامن انٹرسٹ کی ٹینگ بلائی جائے اور اسکے جو فیصلے ہوں وہ خفیہ فیصلے نہ ہوں۔ اس ٹینگ کے منٹس (minutes) اور فیصلے عوام کے سامنے لائیں جائیں کہ چاروں صوبوں اور مراکز کے رہنما آپس میں کیا بات کرینگے کہ کون کیا چاہتا ہے۔ اور کون کس کو کتنا دینے کے لئے تیار ہے۔ لہذا میں بھی مطالبہ کرتا ہوں کہ کونسل آف کامن انٹرسٹ کی ٹینگ بلائی جائے اسے خفیہ نہیں ہونا چاہیے۔

جناب اسپیکر۔ آخر میں ایک گزارش کرتا ہوں کہ سینٹ اور قومی اسمبلی میں بجٹ پاس ہونے کے موقع پر ایسے عمل کو دو مہینہ کی تقوٰیہ دی جاتی ہے۔ جناب والا! میں دو مہینے کی تو نہیں البتہ گزارش کر دینگا کہ ایک مہینہ کی تقوٰیہ انکو ضرور دی جائے۔ آپ بھی بول ہو گئے ہونگے۔ اسلئے میں مزید بولوں گا نہیں۔ جناب اسپیکر میں نے سب کچھ بول دیا اب اجازت چاہتا ہوں۔ ٹینگ پوسر۔

جناب اسپیکر۔

میر ظفر اللہ خان جمالی۔

میر ظفر اللہ خان جمالی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جناب اسپیکر! مغرب کی نماز کا وقت اگرچہ ہو نوالا ہے۔ نماز کے وقفہ کے بعد میں درخواست کر دنگا بہر حال کوشش کرتا ہوں کہ وہاں تک چلتا ہے۔

جناب اسپیکر بجٹ پر جہاں تک تفصیلاً عرض کرنے کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ نواب رئیسانی صاحب اور میرے باقی دوستوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی۔ جناب والا! بجٹ جسے میں جھنجھٹ کہتا ہوں۔ بجٹ کا ہر جہن جٹ ہر سال پیش آتا ہے۔ میں حتی الوسع کوشش کر دنگا۔ ایسا نہ ہو کہ ایلٹیک وزیر خزانہ جہ نہیں۔ بجٹ کے بعد وزیر دیوانہ زمین جائی میرا یہ فرض بنتا ہے کہ کم از کم انکم اس دیوانگی سے کچھ نہ کچھ نکالت دلا سکوں۔

جناب والا! پچھلے تین دنوں کی تقریروں میں کچھ اس طرح کی باتیں ہوئی ہیں۔ جہاں تک پنچزر کا تعلق ہے، انہوں نے ماشاء اللہ طوطے کی طرح جہ بولی وہ رٹ آئے تھے یا انکو جو کچھ کہہ دیا گیا تھا وہ بدلتے گئے۔ جہاں تک اپوزیشن کا تعلق ہے تو یقیناً اتنی سوچند اور اچھے تجاویز ایک اچھے طریقہ اور اچھے دلہیم سے دی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں غالباً اس نوعمر اسمبلی میں ایسی مثال نہیں ملتی ہے۔ مگر اسکا رد عمل جہ میں دیکھ رہا تھا کہ متعلقہ وزراء اور افسر صاحبان کی کالوں پر جہ تک نہیں رینگ رہی کیونکہ عموماً جب ایسی تجاویز آتی ہوں تو گورنمنٹ کے افسران اور نمائندے کم از کم ہاری

خوشنودی کے لئے ہی اگرچہ انکی یہ نیت بھی نہیں کچھ نوٹس وغیرہ بنالیں تاکہ جب جوائے تقریر ہوگی۔ تو کچھ نہ کچھ ازالہ ہونے کی تسلی ہوگی جناب والا! بجٹ کنایہ اصول ہوتا ہے۔ ابھی تو جی اسمبلی یا موبائی اسمبلی نے بجٹ دیا اسکے بعد حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی جانب سے جب کوئی بھی تجویز سامنے آجائے تو بجٹ کے اختتام پذیر ہونے سے پہلے یہ اصول اور روایت بھلا ہے اگر اسے سرکاری پنجر اپنائی تو وہ ممبران جنہیں شکایات یا اعتراضات ہوں۔ یا انکی ایسی تجاویز ہوں جن سے شاید بجٹ بہتر ہو سکے۔ تو وہ بلا لیتے ہیں۔ جناب والا! کل کھیلے ہمیں جو آرڈر آف دی ڈے موصول ہوا ہے۔ اس میں ایسی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ پہلے سے تخمینے لگائے گئے ہیں۔ انکی کل نیت بھی نہیں اور یہ انکی مخصوص چال ہے کہ چلو آج سارے ممبران کو بلواتے رہے بے شک انکو بولنے کا حق ہے یہ بات تو اپنی جگہ پر مگر اصلاح کا جو پہلو ہوگا میں سمجھتا ہوں اسکی بھی کوئی امید نظر نہیں آرہی جس سے کم از کم ٹریشری پنجر کچھ اصلاح حاصل کر سکیں جناب والا! میں بجٹ کے کچھ خاص پہلوؤں کو چٹ کر دوں گا۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ سالانہ بجٹ الفاظ اور ہندسوں کا ہیرو پھیر ہوتا ہے۔ میں نے رات تھوڑی سی محنت اس پر کی ہے۔ اور ۹۰-۸۹ کا مینٹرانہ نکالا ہے میں نے ۹۱-۱۹۹۰ کا مینٹرانہ دیکھا اس میں تھوڑے سے ہندسوں کے علاوہ کوئی فرق نہ تھا اس میں ایک فرق صرف یہ تھا کہ پہلے بجٹ پر مولوی عصمت اللہ صاحب کور (cover) لگا ہوا تھا اور اس سال کے مینٹرانہ کی تقریر پر سعید ہاشمی صاحب کا کور (cover) لگا دیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ میری نظر میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔

جناب والا! جب بجٹ بنتا ہے۔ تو پہلی جولائی سے ریلیز (releases) شروع ہوتی ہیں۔ یعنی ہمارا مالی سال پہلی جولائی سے شروع ہو جاتا ہے۔ اور اس

لحاظ سے چھ مہینے اس پر خرچہ ہوتا ہے۔ اور ایک دو ماہ سپلینٹری بجٹ کی ناکمہ ہوتی ہے۔ یا اکاؤنٹس آپریشن کی ناکمہ ہوتی ہے۔ اور یہ افسر صاحبان بجٹ کو چھ مہینے میں خرچ کرتے ہیں۔ اس طرح بعد میں ایک نیا بجٹ چلا آتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میرے دوست برائن ماین جو کہ آفیسرز کی گیلری میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کہ یہ تو بیورو کہ سی کی ہر سال چال ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک پرانی روایت ہے۔ اور پاکستان بننے سے پہلے چلی آ رہی ہے جب پہلے آل انڈیا کی اسمبلی تھی۔ پھر انڈیا کی اسمبلی آگ اور پاکستان کی اسمبلی آگ ہو گئی۔ یہ بیورو کہ بیٹ بڑے آرام سے بیٹھا رہتا ہے۔ بجٹ بناتے وقت بھی بڑے آرام سے بیٹھا ہے۔ بجٹ بنھاتے وقت بھی بڑے آرام سے رہتا ہے۔ بجٹ چلاتے وقت کھچا اور (reappropriate) ری اپری پریٹ کرتے وقت بھی بڑے آرام سے ہے۔ اور سارا تماشا اس لحاظ سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ یہ عوامی نمائندے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کے گلے کیسے پڑھتے ہیں۔ بجٹ ایسا دو کہ سرکار کی پیش گوئی۔ اور جو اپوزیشن ہے وہ اسکو رد کرنے کی کوشش کرے اور وہ بڑے صبر و تحمل کے ساتھ بڑے شوق کے ساتھ گیلری میں تماشا دیکھتے رہتے ہیں۔ کہ سرکار کی درگت بن رہی ہے۔ یا جو اپوزیشن ہے۔ وہ کیا کر رہی ہے۔ خوب اعتراضات ہو رہے ہیں۔ یہ ان کی پرانی روایت ہے حیران کا بھی قصور بھی نہیں ہے۔ یہاں یہ روایت انگریزوں سے پہلے چلی آ رہی ہے انگریز یہ جمہوریت دے دیتے تو یہ اسمبلی بھی نہ بنتی اور ہم اسمبلی میں نہ بیٹھے ہوتے شاید یہ اسمبلی نہ ہوتی کیونکہ ہم تو شورائی نظام کے قائل تھے اور شورائی نظام چلتا کیونکہ اب یہ اسمبلی بھی انگریزوں کی روایت چلی آ رہی ہے جسے جمہوریت کہتے ہیں۔ اسی طرح سے یہ اسمبلی ہمارے پاس ہے کچھ تو ہم نے ان کی جمہوریت کو اپنا یا ہے اور کچھ امریکہ سے لے کہ سینٹ بنا دیا اور مجھے پتہ نہیں ہے کہ آئینہ چل کر کیا ترمیمات

ہونگے۔

جناب والا! میں بجٹ میں دیئے گئے وائٹ پیپر کو دیکھ رہا تھا۔ اور نام تو اسکا وائٹ پیپر ہے لیکن بجٹ 91-90ء کی شکل دیکھیں تو یہ سارے کالے الفاظ سے بھرا ہوا ہے۔ پتہ نہیں کہ وزیر صاحب نے اسکو کیوں وائٹ پیپر کہا ہے، اگر آپ اس پر غور کریں جناب اسپیکر! اب تو آپ اسپیکر بن چکے ہیں۔ آپ نے نہ دیکھا ہو کسی اور نے اسکو پڑھا ہو۔ جن کا نام وائٹ پیپر ہے۔ اسکا نام بلیک پیپر ہونا چاہیے تھا۔ اس میں کیا ہے۔ اسکا کسی کو پتہ نہیں ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اسمبلی ممبران کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے اور اتنی زیادہ کتابیں اتنے کم وقت میں دیتے ہیں اور کہا جاتا ہے۔ کہ آپ ان کو پاس کریں جناب والا! یہ اسمبلی ممبران کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے۔

جناب والا! میں ان کاغذات کی تفصیل کا ذکر کرتا ہوں جن کے متعلق اگلے دن کسی اخبار کے بغیر میرا نام لئے ہوئے لکھا ہے کہ جناب کوئی ممبر صاحب تھے وہ ان بجٹ کی کتابوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے تھے کسی اسمبلی کے اہل کار مدد مانگی اور اس نے یہ کتابیں گاڑی تک پہنچا دیں۔ اور اتنے ضخیم بجٹ کو تر پڑھنے کی جسارت کی ہے میں نے جو اس کے صفحات گنے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

Public Sector Development Programme:	126 Pages
Demand & Grant 1990.	62 "
Annual Development Statement.	29 "
Estimates of Defsts. 90-91.	92 "
Demand & Grant Appraption.	751 "
Development Contribution.	87 "

New Expenditure.		189 "
.....	Urdu.	448 "
	Eng.	754 "
Budget Statement Eng.		27 "
" " Urdu.		29 "
White Paper Eng.		87 "
" " Urdu.		97 "
Total:		2644 "

میں سمجھتا ہوں کہ ۲۶۴۴ صفحات آپ نے اس پر بہت محنت کی ہے اور اتنے زیادہ صفحات کو پہلے لکھنے میں لگے ہونگے۔ پھر بنانے میں اور پھر اتنے زیادہ صفحات مرتب کرنے میں بھی کافی وقت لگا ہوگا۔ یہ حکومت جس میں ماشاء اللہ پڑھے لکھے لوگ فزلاء صاحبان ہیں۔ اور یہ حکومت جو ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکی ہے کہ ہماری پرائمری تعلیم کونسی زبان میں ہوگی کیا وہ بلوچی ہوگی برہانوی ہوگی یا سرائیکی ہوگی۔ ۲۶۴۴ صفحے تو انگریزی میں چھپے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی شخص کے لئے دیکھنا ناممکن ہے۔ کہ جب وہ یہ بجٹ مہینوں میں بناتے ہیں۔ اور ہم سے یہ توقع رکھتے ہیں۔ کہ ہم اسکو پڑھیں اور سمجھیں پھر ان کو سمجھائیں جنہوں نے یہ بجٹ بنایا ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے جو یہ بجٹ بنایا ہے۔ اس میں کیا ہے ان کو بھی پتہ نہیں ہے۔ وہ خود نہیں سمجھتے ہیں۔ سعید ہاشمی صاحب کو حلف دیکر پوچھیں ان کو اس بجٹ کی سمجھ آتی ہے؟ ان کو بھی سمجھ نہیں آتی ہے ان کو نواب صاحب قائد ایوان نے کہا کہ آپ ایران میں بجٹ پڑھیں انہوں نے صرف اس کو پڑھ دیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک اور تقریر بجا ڈال دی ہے اور اکثریت کے بل بوتے پر بجٹ پاس کر کے تھرد ہو جائیگا۔ جہاں تک کٹ مرش کا بات ہے ہم اس سلسلے میں کیا کٹ موشن دیں۔؟ ہم تو پہلے

میر ظفر اللہ خان جمالی۔

جناب اسپیکر میں بجٹ کے بارے میں گزارش کر رہا تھا۔ میرے ایک دوست بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بھی تقریر کرنا ہے انکا باقی ٹائم بھی گنوا جا رہا ہے میری کوشش ہوگی کہ آپ کا ٹائم خراب نہ کروں۔ حالانکہ کچھ افسران اباسیاں بھولے رہے ہیں۔ بہر حال دیکھ لیتے ہیں۔ میں نے دو ہزار چھ سو چالیس صفحوں کا عرض کیا مگر حکومت سے توقع تھی کیونکہ صوبائی بجٹ تقریر ہو

سے ہوئے ہیں۔ یہ تو اس وقت ممکن نہیں ہے یہ تو بجٹ کی ابتداء ہے پتہ نہیں اسکی انتہا کب ہوگی اور ہمیں یہاں لے جائیگی۔ جناب والا اس کا ہمیں کچھ علم نہیں ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ جو کہ سفید کاغذ نیلے مائشے اور کئی والیوم (volumes) پر مشتمل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تو وقت اور انرجی کا ضیاع ہے اور اس طریقے سے ہے۔ جس طریقے سے ایم پی اے صاحبان کو رگڑا گیا ہے تحقیقاتی کمیٹی نے سولہ موٹے والیوم (volumes) بنائے ہیں۔ نہ کوئی ان کو اٹھا سکتا ہے اور نہ کوئی پڑھ سکتا ہے۔ نہ کوئی چبا سکتا ہے اور نہ کوئی ننگلنے کی چیز ہے نہ کوئی نکل سکتا ہے۔ اسی طریقے سے یہ بجٹ نہ ننگلنے کا ہے اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے پچھلے سال بھی یہ بجٹ آیا تھا اور اب بھی آیا ہے کہ کیسے چلاتے ہیں۔ اگر یہ بجٹ چلا گئے تو ہم کہیں گے۔ یہ بہت قابل اور ذہین حکومت ہے۔

میر ظفر اللہ خان جمالی۔

جناب اسپیکر۔ چونکہ مغرب کی آذان ہو رہی ہے میری یہ تکبیر بھی منظور فرمائیں کہ نماز مغرب کے لئے اجلاس ملتوی کیا جائے۔

جناب اسپیکر۔

نماز مغرب کی ادائیگی کے لئے اجلاس پندرہ منٹ تک ملتوی کیا جاتا ہے (شام پونے آٹھ بجے اجلاس ملتوی ہو گیا اور دوبارہ آٹھ بجے دس منٹ پر نہ یہ صدارت جناب اسپیکر شروع ہوا) مغرب کی نماز کے وقفے کے بعد اجلاس آٹھ بجے دس منٹ پر نہ یہ صدارت جناب اسپیکر شروع ہوا۔

میر ظفر اللہ خان جمالی -

جناب اسپیکر میں بگڑ کے بارے میں گزارش کر رہا تھا۔ میرے ایک دوست بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بھی تقریر کرنا ہے انکا باقی ٹائم بھی گزرا جا رہا ہے میری کوشش ہوگی کہ آپ کا ٹائم خراب نہ کروں۔ حالانکہ کچھ افسران ابا سیان بھولے رہے ہیں۔ بہر حال دیکھ لیتے ہیں۔ میں نے دو ہزار چھ سو چالیس صفحوں کا عرض کیا مگر یہاں کچھ ایسی چیزیں تھی جن کی ہمیں صوبائی حکومت سے توقع تھی کیونکہ صوبائی حکومت نے اسکی ہمیں تسلی سزا دی تھی کہ ہم اسکا ازالہ کریں گے۔ پچھلے سال کی بگڑ تقریر میں جو مولانا صاحب نے پڑھی تھی اور پیش کی تھی وہ خدا ترس انسان تھے ضرور انکا متوقع بھی بڑا ٹھیک ٹھاک رہتا ہے۔ اس تقریر میں انہوں نے کہا تھا کہ چھ ہزار بیروزگاروں کو ہم روزگار فراہم کرنے کیلئے لیکن جب سنے سال یعنی نوے سے کیا نوے کا بجٹ پیش کیا گیا تو ہمارے لئے متوقع وزیر خزانہ نے ذکر نہیں کیا کہ کتنے بیروزگاروں کو روزگار فراہم کیا گیا اور کتنے ابھی باقی ہیں۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ ان بیروزگاروں کو بچوں اور بچوں کے لئے جو واقعی بیروزگار ہیں۔ لیکن یہ غالباً سمجھا گیا کہ کتنے ایم پی اے کو بحیثیت متصرف روزگار پر لگایا گیا ہمارا سوال یہ نہیں تھا بلکہ ہمارا سوال یہ تھا کہ اپنے بلوچستان کے بچوں کے لئے کتنا روزگار فراہم کیا اس سال کے بجٹ میں ساڑھے تین ہزار بچوں کو روزگار فراہم کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ سب سے پہلے تو میں اس چیز کو کنڈیم (condmn) کرتا ہوں کہ جو پچھلا کوٹہ رکھا تھا اسکا بھی اپنے بھرم نہیں رکھا اور اسلامی نظام کے دعویدار ہوتے ہوئے بھی اس اسمبلی میں ایسی چیز کی جسکا اپنے پاس نہیں رکھا میں سمجھتا ہوں صرف اسمبلی نہیں البتہ سارے بیروزگار

کا استحقاق اپنے مجروح کیا ہے اور اب جو ساڑھے تین ہزار کے لئے کہا گیا ہے
میں وزیر خزانہ سے گزارش کرونگا کہ آپ نے تو پچھلا ہدف / ٹارگٹ تو پورا نہیں کیا۔
جبکہ آپ نے پچاس پر سنٹ کٹ ڈالا ہے۔ یہی توقع تھی کہ جس طرح آپ کی میجرٹی حکومت
تھی اور ابھی تک ہے۔ آپ نے بلوچستان کے بیروزگاروں کے لئے وعدہ کیا تھا لیکن تقریباً
پچاس پر سنٹ کٹ لگا دیا گیا میں سمجھتا ہوں آپ نے اس طرح بچوں کا حق تلفی کا اعادہ
کیا ہے اور اب آپ انکو مزید روزگار نہیں فراہم کر سکتے ہیں سمجھتا ہوں کہ ایم پی این
کو بصورت منسٹر روزگار فراہم کیا جا رہا ہے۔ اور انشاء اللہ کیا جاتا رہے گا جب
تک یہ اسمبلی ہے لیکن ان سے زیادہ حق تو بلوچستان کے غریب پٹھان بلوچ بچوں کے
کا ہے میں ضمن میں بلوچستان کے ان بچوں کا ذکر کرونگا انکو میں سٹیبل نہیں کہتا
وہ چارے بھائی ہیں۔ جو یہاں برسوں سے آئے ہیں۔ اور آباد ہیں۔
کیونکہ وہ اب بلوچستانی ہیں۔ اور انکی ایک دو نہیں بلکہ تین نسلی اس صوبے سے
منسک ہیں۔ ان بچوں کے بارے میں حکومت کا کیا موقف رہے گا۔ اور گورنمنٹ
انکو کہاں تک اکا موڈیٹ کر لگی میں سمجھتا ہوں یہ ایک گناہ ہوا سوال ہے جیسے
میں نے کہا بیروزگاروں میں یہاں کے بلوچ اور پٹھان بچے بھی آتے ہیں۔ اب یہ بیروزگار
کا مسئلہ کیسے حل ہوگا۔ یہ بڑا مشکل سوال ہے کیونکہ کسی بھی تیسری دنیا کے ملک کے لئے
یہ مسئلہ بڑا گھمبیر ہوتا ہے۔ آپ انگریزوں کی ہسٹری اٹھا کر دیکھیں جہاں پر سوشل
سیکیورٹی کا اسکیم مہیا کی جاتی ہے اور وہاں پر بیروزگاروں کا تیسرا پر سنٹ بیروزگاری
الائونس ہے۔ لیکن وہاں پر بیروزگاروں کو کونٹ پاتھ پر نہیں چھوڑا جاتا یہی دستروں
میں دھکے دیئے جاتے ہیں۔ انکو طعنے نہیں دیئے جاتے انہیں قبائلی لحاظ سے نہیں اکسایا
جاتا بلکہ ان کو کہا جاتا ہے کہ ہم آپکی خدمت کریں گے۔ جب تک آپکو روزگار فراہم نہ

ہو جائے۔ ہم آپ کی دیکھ بھال کریں گے۔ لہذا جب تک ان کو روزگار فراہم نہ ہو جائے وہ گورنمنٹ کے ذلیفہ پر چلتے ہیں۔ اور اس طریقہ پر وہ اپنا گزارہ کرتے ہیں۔ بلوچستان میں بیروزگاری کی حالت دیکھ کر یہاں کے بے روزگار گانے کی پیروٹی گاتے رہیں گے کہ۔ غضب کیا تیرے وعدے یہ اعتبار کیا۔ تمام سال نوکری کے آرڈر کا انتظار کیا میں سمجھتا ہوں اسی انتظار میں رہتے ہوئے انکے دن پورے ہو جاتے ہیں۔ انکے لئے کچھ کیا جائے۔ تاکہ آگے چل کر یہ بے چارے کچھ گزارہ کر سکیں۔

جناب اسپیکر یہاں شریعت بل کی بات کی گئی تھی آج اتفاق سے وہ یہاں نہیں ہے۔ اگر وہ اسلام کے ٹھیکیدار یہاں ہوتے تو میں ان سے پوچھتا کہ سترہ ماہ گورنمنٹ کرنے کے بعد انہوں نے شرعی نظام کہاں تک نافذ کیا ان کا تمام شریعت دس نکات پر آکر رکی دس نکات کا خدا کو علم ہے یا نواب صاحب کو علم ہے انکے دس نکات تھے جو نہ مانگے پھر چھ نکات نواب صاحب کے تھے۔ نہ معلوم وہ کہاں گئے۔ اب سنا ہے۔ چار نکات اور کچھ ہیں اس طرح پھر چھ اور چار دس بن جاتے ہیں۔ جناب والا! دس کا ہندسہ اچھا نہیں ہوتا اگر کسی کو جیل میں ڈالا جائے اور دس گائی جائے تو وہ دس نمبری بن جاتا ہے مگر مجھے علم نہیں کہ ان دس نکات پر کب تک عملدرآمد ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں اب تو وہ ڈھڑلے سے اٹھ ہو گئے ہیں۔ مگر شرعی نظام جس طرح بلوچستان اسمبلی میں پہلے بھی کیا گیا اگر اسے اپنایا جائے تو میرے خیال میں اس میں کوئی بُرائی کی بات نہیں ہے۔ میں آج پھر عرض کرتا ہوں کہ بلوچستان کے رسم و رواج شریعت کے نزدیک ہیں۔ شرعی نظام ہونا چاہیے۔ آنا و صدقنا۔ مگر خدا کرے کہ اسلام والے دیگر اصحاب جو ایک دوسرے کے بارے میں کافی کچھ کہتے ہیں۔ اگر وہ بیٹھ کر اس طرف توجہ دیں تو یہ نظام بلوچستان میں بڑا اچھا چل سکے گا۔ یہاں ایک پریویجیشن موشن آیا تھا اس پر کچھ لے دے ہوئی تھی بڑے عرصے سے

اسکا ذکر تھا سابقہ ایم پی اے صاحبان کے بارے میں کمیٹی کی رپورٹ صولہ
 وولیمز (volumes) پر مشتمل تھی وہ تو اپنی جگہ پر۔ جناب والا تو وہ کانفیڈینشل ہوتی
 ہے۔ کبھی اسمبلی میں آپکو پروپوزیشن موشن ریجیکٹ (reject) ہو جاتا ہے کبھی کہا جاتا ہے
 کابینہ فیصلہ کرے گی۔ لیکن آج تک کابینہ فیصلہ نہیں کر سکی دس دنوں سے وزیر بیرونگار
 پھر رہے ہیں۔ ان کے پاس جھنڈا ہے نہ ڈنڈا ہے نہ گٹاری ہے اللہ
 کے آسرے پہ چل رہے ہیں۔ کبھی کوئی صاحب چھوٹے کھارے ہے ہیں۔ کسی فٹ پاتھ
 پر کچھ پتہ نہیں ابھی تک تو کابینہ خود اپنا فیصلہ نہیں کر سکی تو وہ سابقہ ایم پی اے
 صاحبان کا کیا فیصلہ کرے گی۔ جناب والا یہ ایک قصہ ہے آپ اسے ختم کریں۔ جو میں
 عرض کیا تھا۔ یہ معاملہ انسران ڈیپارٹمنٹ اور کمیٹی کو دیا گیا تھا یہ آپکا ہی ریفرنس
 ہے اور اس لحاظ سے آپ یہ دھندا چلا میں گے اسکا ذکر خیر کسی بھی لحاظ سے
 جیسے میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا آج بجٹ اسپرچ ہے۔ میں سمجھتا ہوں میرے بھی
 ہاتھ پیر کھلے ہیں۔ آپنے اجازت دی ہے۔ جناب والا! اگر خدا نخواستہ
 اس صوبے میں چوالیس کے چوالیس ایم پی اینہ یعنی سارے کے سارے
 کہہ پٹ تھے اور ان میں اکثر صاحبان آج وزارتوں میں بھرتی ہیں۔ اور
 ان میں سے اکثر بیشتر وہی ہیں۔ جو سابقہ وزارتوں میں تھے میرے ساتھ
 سیکرٹری گورنمنٹ میں بھی تھے یعنی کل بھی تھے اور آج بھی منسٹر ہیں۔
 اسکی مجھے سمجھ نہیں آتی بہر حال کابینہ نے فیصلہ کرنا ہے۔ تو جلد کرے
 ورنہ یہ ایک تلوار ان حضرات کے سروں اور کندھوں پر لٹکی ہوئی ہے
 اور ان کے ذہنوں پر بوجھ سوار ہے جناب والا! اس اندازے کے
 مطابق تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک نذر اکتی ہے ایک کھیل کھیلا گیا ہے

جو فیئر اور سنیئر ایگزیکٹو کے مابین تنا کہ ایم پی اینڈ کنڈر انڈر پریشر رکھ سکیں۔ اسلئے کہ وہ کھسکنے کی کوشش نہ کوئیں اور اگر کھسکیں تو انکے پیریسٹس یہ رسی ڈال کھینچ لیں۔ جناب والا! اسکا فیصلہ کر لیں کیونکہ یہ ایک بڑا گندہ تاثر ہے ان میں سے کافی ممبرز اس اسمبلی میں موجود ہیں۔ جو کھپلی اسمبلی میں تھی ہو سکتا ہے کچھ نیشنل اسمبلی میں چلے گئے ہوں یا سینیٹ میں بھی چلے گئے ہوں یا آئندہ کے لئے امیدوار ہوں وہ اگر کمپٹ رہے ہیں۔ تو کسی پبلک ٹائمنڈ کے بارے میں ایک اچھا تاثر نہیں ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ اسکا دو لوگ فیصلہ کریں وہ پھر صوبائی گورنمنٹ میں رہتے بھی ہیں۔ یا نہیں۔ اگر حکومت ٹوٹ جاتی ہے ویسے خدا بہتر جانتا ہے بہر حال ایم پی اینڈ انڈامات لگائے گئے ہیں۔ اگر یہ درست ہوں تو میں کہتا ہوں انکو خود بخود مستعفی ہو جانا چاہیے اور اگر یہ دوست نہیں تو انکو اس پر اجتماع کرنا چاہیے۔ لیکن اگر وہ نہ تو مستعفی ہوتے ہیں۔ اور نہ ہی اجتماع کرتے ہیں۔ تو مجھے سمجھ نہیں آرہی کیونکہ یہ گو مگو کا حالت ہیں اسکے بعد میرے دوستوں کے بارے میں بشمول میرے انکا بھی کچھ پتہ نہیں چلتا کبھی وہ کیفٹ مارتے ہیں کبھی رائٹ مارتے ہیں۔ کبھی ہینڈ باؤلر کبھی رائٹ ہینڈ باؤلر مجھے پتہ نہیں چلتا کیفٹ ہینڈ پر کون ہے اور رائٹ ہینڈ پر کون جناب والا! اس ضمن میں یہ ضرور کہو ننگا اگر پبلک ٹائمنڈ سے پر کھپڑا اچھالا جاتا ہے اس اسمبلی کی خاطر میں کھوڑی اور محنت کسکے جیسے سعید ہاشمی مجھے کہہ رہے تھے کہ؟ اپنے صنغے خود نہیں گئے ہونگے بلکہ اپنے اپنے بیٹے کو کہا ہوگا۔ میں نے کہا بابائیر بیٹا زمیندار ہوگا۔ کونسا تیرے بیٹے کی طرح بزنس میں ہوگا۔ تمہارا تو کام ہے نوٹ لگنا۔ جیسے بھی گنو یہ میرا کام نہیں ہے۔ اگر چہ آپ

کچھ اچھی روایات چھوڑ کر جائیں گے تو اسے اپنانے میں بھی سہولت ہوگی اور ساتھ چلنے میں بھی سہولت رہے گی اور اگر آپ اچھی روایت چھوڑینگے۔ جیسا کہ کبھی کبھار اظہار ہوتا رہتا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے شاید آپ اچھی روایت کا پاس رکھیں گے۔ ہماری ٹریڈری بینچر سے صرف اتنی گزارش ہے کہ بجلی نہیں سن لو اور ہمیں سمجھ لو اگر سمجھ نہ آئے تو ہم آپ کو سمجھا دیتے ہیں۔ اور کوشش کریں کہ اکھٹے بیٹھ کر اور اکھٹے چل کر اسے چلائیں میرے ایک فاضل دوست نے کہا کہ جناب جب یہ نان ڈویلپمنٹ سائڈ آتی ہے۔ تو ہمیں اعتماد میں نہیں لیا جاتا ہے۔ جناب اسپیکر پرسوں اے ڈی۔ پی (A.D.P) کا ایک مٹنگ تھی وہاں پر ہم گئے۔ وہاں کافی وزراء اور کچھ ایم۔ پی۔ اے صاحبان بھی بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ دوسرے دوست بھی تھے۔ صاحبزادے صاحب آپ میری طرف نہ دیکھیں میری باری ابھی تک چل رہی ہے۔ تو جناب وہاں پر ذکر خیر ہوا کہ ہمارے پاس کتنا پیسہ ہے۔ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔ خیر اگر کہ لڑائی جھگڑا ہوتا تو ہم وہاں سے اٹھ کر چلے جاتے لیکن ہم نے کہا کہ بات یہ ہے کہ جب آپ نے ڈویژنل کوآپریٹو کمشنر (Divisional Cooperative Commissioner) کا مٹنگ بلائی تھی، ہم سے آپ نے تجاویز لیں تھیں، ہم نے اسوقت آپ سے کہا تھا کہ جناب آپ کی چادر کتنی لمبی ہے اور اگر چادر لمبی ہے تو تبادیاں اور اگر چھوٹی ہے تو کبھی تبادیاں۔ مگر جناب اسپیکر! چادر کو لمبائی میں ڈالنے کی بجائے انہوں نے اب اسے چوڑائی میں ڈال دیا ہے سر بھی باہر اور پیر بھی باہر اور درمیان والا گنڈ ہے وہ ڈھکا ہوا ہے باقی اللہ غیر صلا۔ تو ہم نے کہا کہ بھئی اگر یہ صورتحال ہے تو ہم مجبور ہیں۔ اس صوبے کی خاطر اور ان لوگوں کی خاطر۔ لوگوں کی امیدیں ہیں۔ کہ جناب اسمبلی میں ہمارے

۲۵ مارخور بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ ہمارے لئے سب کچھ کر بیٹھیں گے۔ ہمارا بچٹ پاس ہوگا اور ہماری فلاح و بہبود اور ہماری دیکھ بھال بھی ہوگی۔ صرف اس چیز کی خاطر میں ایمان سے کہتا ہوں کہ ہمیں ان چیزوں سے کوئی سروکار نہیں ہے صرف یہ ہے کہ سبیل میں بد مزگی ہوتی ہے۔ کھٹ بچٹ ہوتی ہے اور جنبھٹ بھی ہوتی ہے ہم نے کہا بھی ٹھیک ہے۔ دوستوں نے بھی ہمیں سمجھایا بڑے آرام سے کہ جناب پیسہ ہے۔ اتنا اس میں آن کوٹنگ اسکینز اور صوبائی اسمبلی کے اراکین کے لئے پکپاس لاکھ روپے کا جو ہم نے یہ رکھا ہوا ہے اور وہ چلے گا۔ میں نے کہا صاحب یا تو صوبائی اسمبلی کے جو ۴۵ اراکین ہیں۔ وہ اپنا یہ مدیہ تبرک چھوڑ دیں اور ساڑھے بائیس کروڑ روپے شام بلوچستان کی گورنمنٹ کو اور مل جائیں، مگر پھر پڑھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ”بچہ بھی ہاتھ سے نکل جائے اور پیٹ والا پیدا بھانا ہو جائے۔ ہم نے کہا کہ ٹھیک ہے میں نے ان سے بڑی عاجزی سے کہا کہ آپ اس بچٹ کو آن کوٹنگ کا نام دیں۔ کیونکہ اس میں اور کوئی چیز نہیں اور نہ ختم چہ کا ذکر ہے اور نہ باقی چیزوں کا ذکر ہے۔ جناب یہ تو صرف آئی و واش (eye wash) ہے جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ اس کا نام آن کوٹنگ بچٹ رکھ دیں یہ بلوچستان اسمبلی کا ایک نیا کارنامہ ہوگا۔ کہ ہمارے بچٹ کا نام آن کوٹنگ بچٹ ہوگا۔ جناب والا! یہاں یہ دو ذکر خیر ہوئے ہیں۔ ایک میرے بزرگ ساکتا جو میرے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسمگلنگ اب اسمگلنگ نہیں رہی ہے یہ اب ٹیڈ ہے میرے ایک دوسرے فاضل رکن جو وہاں بیٹھے ہوئے ہیں نے کہا کہ اگر کہ آپ نے ہماری بات نہ مانی تو ہم گوادر کو آزاد کرادیں گے جناب گوادر تو پہلے شام آزاد تھا اور مسقط کے ساتھ تھا اور بعد میں پھر پاکستان کے ساتھ آیا اگر کہ آپ اپنے گھر جانا چاہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بہر حال آپ ہمارے

بجائی ہیں۔ اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو ہم جانے نہیں دینگے۔ ابھی آپ ہمارا حصہ
ہیں۔ لیکن آجکل بھی ہم دونوں ایک ہی حصہ ہیں۔

اسی لئے ہم آپ کو ایسے

جانے نہیں دینگے۔ جہاں تک اسمگلنگ کو ابھی ٹرڈ کہیں تو جناب ٹرڈ کے حساب سے
یہاں پر ایک کھاتا ہے سرکاری تجارت جس کا نام بجٹ میں رکھا گیا ہے۔ اسٹیٹ ٹرڈنگ
خیر ہم نے اسٹیٹ ٹرڈنگ کی جٹیفائی (justify) کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابھی
یہ مجھے پتہ نہیں ہے کہ وہ اسٹیٹنگ ہے۔ اسمگلنگ ٹرڈ ہے۔ وہ ہاؤس ٹرڈنگ
ہیں۔ یا وہ میول ٹرڈنگ (Mule Trading) ہے مجھے نظر نہیں آئی ہے ہر حال ایک حملہ
چرت کمہ دیا گیا کہ یہ اسٹیٹ ٹرڈنگ ہے اور اس میں کیا ہوگا۔ اور کیا نہ ہوگا۔ جس
میں غلطی سے انہوں نے ایک پٹ فیڈر پائیلیٹ پر وجیکٹ کا ذکر کیا ہے۔ اب جناب جب پٹ فیڈر
پائیلیٹ پر وجیکٹ کا ذکر آتا ہے تو اس علاقہ سے آپکا بھی تعلق ہے اور میرا بھی تعلق ہے
آپکا بھی انحصار اسی پر ہے اور میرا بھی انحصار اسی پر ہے۔ چند برسوں سے
ہم سوتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ پٹ فیڈر کی توسیع، لمبائی، کھپائی اور پٹائی بھی ہو رہی
ہے۔ پتہ نہیں کیا سے کیا ہو رہا ہے۔ اگر بلوچستان کی حکومت واقعی اس معاملہ میں دلچسپی
رکھتی ہے۔ تو پٹ فیڈر پائیلیٹ پر وجیکٹ پر جتنے بھی نکھڑے بیٹھے کام کر رہے ہیں۔ انکے
کان کھینچیں، انکا پٹ وٹ اتاریں اور ان سے ان ٹھنڈے دنوں میں پٹ فیڈر پر کام
کر وائیے۔ جون، جولائی اور اگست کے مہینے بٹھے پیارے ہوتے ہیں۔ نہ پیسہ
سوکھتا ہے۔ اور نہ ہی ہوا لگتی ہے۔ پھر بھی خوب کاٹتا ہے۔ انکی عقل اور ہوش
ٹھکانے آجائیں گے۔ جناب والا! پچھلے پچھسالہ منصوبہ میں یہ ایک واحد پروجیکٹ
تھا۔ جو کہ بلوچستان کو ملا تھا۔ میں اسکی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ جناب اچکنہ فی صاحب

جب یہ پروجیکٹ آیا تھا اسوقت مارشل لا کی حکومت تھی اور اسمبلی وجود میں نہیں تھی انکی ترہیحات تھیں ، انہوں نے دے دیا تھا ۔ خدا کے لئے کہ آپ کو ایک کی بجائے دو پروجیکٹ مل جائیں ۔ یہی خوشی ہوگی ۔ آپ کا حصہ بھی میرا حصہ ہے ۔ میرا گھر ہے ۔ چھنے کبھی اعتراض نہیں کیا اور جو آپ کو ملے گا اس سے یہی خوشی ہوگی ۔ جناب والا ایک تو اسکا مسئلہ اور دوسرا سیم اور کھنڈر کا مسئلہ ہے وہ بھی پٹ فیڈر ہا سے منسک ہے اور میں نے کئی بار کہا ہے کہ جناب خدا کے لئے یہیں سیم و کھنڈر سے بچائیں ۔ آپ نے تو حیدرین سے جان چھڑا دی اور اب اگر رو جھان میں میرے پاس پہنچے اب نیچے اوستا محمد میں جا رہے ہیں ۔ وہ بھی چینگ رہے ہیں ۔ اور میں بھی چینگ رہا ہوں ہمارے چینگ و پیکار کرنی نہیں سنتا ہے ۔ پتہ چلا کہ یہاں کے وزیر منصوبہ بندی نے کچھ کاغذات وغیرہ مرکز کو دکھائے ۔ میں اپنے دوست جناب صاحب بلوچ سے عرض کروں کہ بھائی میرے آپ بنگلور میں کبھی اور ہم جعفر آباد میں ۔ لیکن چونکہ یہ پیسہ مرکز سے آتا ہے اور ہم نے مرکز سے گزارش کی ہوئی ہے وزیر اعظم صاحب اور آپ دوستوں سے بھائی گزارش کی ہوئی ہے ۔ کہ برائے مہربانی آپ صوبے کے مفاد میں یہ کیس ٹیک اپ کریں ۔ جناب آپ بحیثیت بلوچستانی صوبے کے مفاد میں یہ کیس پلینڈ (placed) کریں ۔ آپ ہیں اور آپ کے دوسرے دوست ہیں ۔ کیونکہ آپ انکی پارٹی سے منسک ہیں ۔ اور گورنمنٹ آف بلوچستان سے گزارش کرتے ہیں ۔ بحیثیت گورنمنٹ آپ مہربانی کر کے ہماری رہنمائی کریں ۔ جناب اسپیکر ! نہیں تو تھوڑا بہت جو علاقہ رہ گیا ہے وہ بھگ چلتا بنے گا ۔ جناب والا جس کام کے لئے ہم کہتے ہیں ۔ تو وہ کہتے ہیں ۔ کہ پی سی ون (Pe-1) تیار کریں اب بھی پتہ نہیں ہے کہ پی سی ون اور پی سی ون میں کیا فرق ہے ۔ ابھی جو پی سی ون کرتا ہے ۔ تو وہ پی سی ون بھی کہتا ہے ۔ بہر حال

وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ ہم تو کوشش کرتے ہیں۔ کہ پی۔ سی بڑھتا چلا جائے۔
 مگر پی۔ سی۔ ون میں سا اعداد چلا جاتا ہے۔ اور جب پی سی ون بنتی ہے۔ لیکن
 وہ آگے نہیں چلائی جاتی ہے۔ میں کم از کم اپنی طرہی بنی بنی سے گزارش کر دیکھا کہ بھی
 آپ پی اور پی ٹی میں فرق ضرور رکھیں۔ پی پائٹ ن سے ہوتا ہے۔ اور پی ٹی سے
 ہوتا ہے۔ تو اچھا ہے۔ کہ آپ پاکستان کا نام کر لیں اور پی سی ون بنا کر لیں۔ پی سی
 ون نہ کریں۔ کیونکہ ٹی ٹی میں شمار ہوتا ہے۔ براہ مہربانی آپ پی سی ون کے لئے میں
 تنگ نہ کریں۔ اور یہ مہربانی کریں کہ یہ ہمارے لئے مثبت کا باعث بنے۔ جناب
 اسپیکر! یہاں پر وائلڈ لائف (Wild life) کا ذکر کیا گیا کہ کچھ جانور حتم ہو رہے
 ہیں۔ کچھ مارے جا رہے ہیں۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اسوقت اس ملک
 میں وائلڈ لائف کی کوئی قلت نہیں ہے ماشاء اللہ اس ملک میں بڑے حیوان ہیں اور
 اس ملک میں بڑے سیاستدان ہیں۔ وہ جو وائلڈ لائف ہمارے درمیان میں آگئی ہے
 کوئی کسی کو برداشت نہ کرنا، کسی کو اپنے آپ سے نیچے سمجھنا اور اگر کوئی مخالفت کرے
 تو اسے گولی سے مروانا یا کمرے کے آدنی سے مروانا اس سے بہتر وائلڈ لائف کے
 مثال۔ کب پاکستان میں ملتی ہے۔ اور اس ضمن میں اگر یہی وائلڈ لائف کی مثال ہے
 تو میں سمجھتا ہوں کہ ماشاء اللہ یہ پیش رفت سندھ میں ہے۔ وہاں مکمل وائلڈ لائف
 ہے چاہے آپ کیر کھتر۔ پنج میں چلے جائیں۔ اور چاہے آپ کراچی شہر میں چلے جائیں
 یا حیدرآباد میں چلے جائیں۔ ہم یہ سنہی چاہتے کہ یہ حالات بلوچستان میں بھی ہوں
 مگر وائلڈ لائف کی جن کو فکر ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اچھی چیز ہے۔ کیونکہ ویسے
 بھی کہا جاتا ہے کہ انسانوں سے شائد کچھ ایسے جانور ہیں۔ جو زیادہ وفادار ہوتے
 ہیں۔ اس میں گھوڑا بھی شمار ہوتا ہے۔ اور کتے بھی شمار ہوتے ہیں۔ تو اس لحاظ

سے واکڈ لائن کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔ جناب والا کچھ ڈیپوٹ (Desoturf) کا ذکر کیا گیا اور کچھ میرے ہاؤس کا ذکر کیا گیا۔ اور کچھ مسائل جنہیں میں انڈسٹری کو صرف اتنی گزارش کرونگا کہ ڈیپوٹ میں صوبائی حکومت کا پیسہ نہیں ہے یہ کرتے سے یہاں کے بچوں کے لئے لائے جہ وہ اس پر کھلیں انکی سحت اچھی ہو انکی نشوونما اچھی ہو اور ان کو جناب روڈ کے پھولے کھانے کی بجائے وہ ہاکی فیلڈ میں چلے جائیں۔ مگر دکھ ہے کہ اس کا پیسہ نہ ہے۔ ڈیپوٹ یہاں پر لگ گیا اور میں آپ سے یہ حقیقت عرض کروں کہ اسے ہم چوری اور زور سے بھلا لائے ویسے شرافت کا تقاضا نہیں تھا۔ بہر حال اس وقت ہم نے وہ کم دیا۔ مگر جناب اس کے ارد گرد جو کام ہونے والا تھا وہ صوبائی حکومت کا تھا۔ ۱۹۸۸ء میں میں نے اور میرے کچھ افسران نے کوشش کی کہ کچھ اسٹیڈیم بیان پر بن جائیں کم از کم اس کو سٹیڈیم شہر کے ایک اچھا کمپلیکس مل سکے۔ تاکہ شام کو بچے وہاں جا کر نشاں ہاکی ٹیمیل ٹینس بیڈ منٹن اسکواڈ وغیرہ بھی کھلیں ان کا دھیان دوسری ٹی بی چیزوں سے ہٹ کر کھیل کی طرف لگ جائیں میں صوبائی حکومت سے گزارش کرونگا کہ آپ بھی وہاں جائیں۔ ماشاء اللہ جاری آپ کی گیارہ گیارہ کی دو ٹیمیں بن جائیں گی آپ کے باپ تو ویسے بھی ہیں۔ آپ دونوں ٹیموں کو شام کو ڈیپوٹ اتارے ہاکی کھیلیں اور دیکھیں بھی۔ کھیل بھی ہوگا اور اسٹیڈیم بھی بن جائیگا۔ آپ ہفتہ اور دو ہفتہ وہاں پر متواتر پرکھیں کہ لیجئے ہمارا کام بڑا فرسٹ کا اس ہو جائیگا اور پھر اسے آپ بچوں کو ورثہ میں دے دیں تاکہ آپ کے بعد وہ ہاکی کھیلیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہاکی کھیلنے کو صلیتے کہیں کرکٹ پر نہ چلے جائیں۔ جناب والا! میں گتانی کی معافی چاہتا ہوں۔ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے مجھے اتنا وقت دیدیا اور میرے پاس ویسے بھی کوئی ختم ہو رہا ہے یہاں پر ایک ذکر ضرور کرونگا کہ کچھ سرکاری ملازمین

کا اس واسطے پیپر میں ذکر ہے میں انکا مخالف نہیں ہوں۔ کیونکہ میں نے کل انکے دفتروں میں جانا ہے اور ان سے کام بھی لینا ہے۔ میں ان کی مخالفت تو نہیں کر سکتا ہر حال میں کچھ فلگرز (figures) ٹھیک کر رہا تھا جو ۹ ہزار نہیں ہیں۔ تقریباً ایک لاکھ چار ہزار ملز میں ہیں۔ کئی محکمے ہیں اس کے علاوہ جناب والا! بی۔ ڈی۔ اے کا محکمہ ہے اور اس کے بعد ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ لے لیں۔ اور کئی محکمے جن میں لوگوں نے روپے کا غبن کیا۔ اور ان پر اسمبلی میں سوالات پیش ہوئے۔ اور ان کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا۔ اور وہ اب بھی قائم ہیں۔ اور انشا اللہ آئندہ بھی قائم رہیں گے اور اہل کار پر سان حال کوئی نہیں ہے۔ اگر پوچھتے ہیں تو پانی کا کہیں بہتے بہتے ادھر نہ آجائے۔ میں اس کی ایک مثال آپ کو پیش کرتا ہوں اور میں آپ کو یہ سبلی جواب پڑھ کر سناؤنگا۔ مسٹر نسیم احمد زیر معطلی۔ فلورائیڈ پراجیکٹ میں تقریباً پچاس لاکھ روپے کے فلورائیڈ کا کم پایا جاتا ہے۔ جناب والا! میں آپ کو یہ مرض کر رہا ہوں کہ یہ جواب حکومت نے چھپا ہوا ہے میں نے خود نہیں چھپا ہوا ہے وہ آدنی بحال ہو گیا ہے اور اسکو پر موشن بھی دی گئی ہے یہ ان کی سزا تھی۔

اور گلاس فیکٹری میں لاکھوں روپے کا غبن۔ ٹائل فیکٹری میں لاکھوں روپے کا غبن۔ تقریباً اسی لاکھ روپے کی غیر ضروری مشینری درآمد کرنا یہ اس کا جواب ہے اور اس کے ساتھ لمبی چوڑی فہرست ہے۔ اور اگر ہم یہاں کسی کے ساتھ بات کرتے ہیں ایک پرانے ایم۔ پی۔ اے کی سفارش پر تخمینہ دار کو معطل کر دیا بڑا ظلم کر دیا اگر تخمینہ دار راشی ہے اس کو معطل کرنے کے لئے کہا تو ظلم ہے فہرستانی کر کے اس کو پبلک انٹرسٹ میں تبدیل کرنے کے لئے کہا تو ظلم ہے۔ کہتے کیا ہیں کہ یہ ایم۔ پی۔ اے۔ ہم سے ناجائز کام کراتا ہے ایریگیشن والوں

کے پاس جاؤ کہ بجائی کہ اس آدمی کو ہٹا دو کوئی اچھا آدمی لگا دو کہتے ہیں کہ بجائے اختیار میں نہیں ہے وزیر اعلیٰ صاحب کے اختیار میں ہے اور اگر کسی کمنشنر کی بات کہو کہ فلاں کمنشنر یا ڈپٹی کمنشنر غلط ہے اس کو تبدیل کر دو۔ ہم سب انسان ہیں ہم سب میں خامیاں ہیں مگر وہ اس بات کی ہے کہ جب انسان غلطی کرتا ہے وہ اپنی غلطی اپنی گندگی دوسرے کے کھاتے میں ڈال دیتا ہے یہ معاملہ ہوا یہ سارا معاملہ جس طرح سے بجٹ کا کھاتہ چلا ہے کہ یہ بجٹ آپ نے بنایا ہے آپ نے چاہے آپ نے چلایا آپ نے جو کچھ کیا حکومت کے حکموں نے کیا کس ایم۔ پی۔ اے کو پیسہ لائیکشن ملا اگر ہم نے کھایا ہے یا کسی ایم۔ پی۔ اے نے کھایا ہے اگر ہمارا قصور ہے پھر ٹھیک ہے شک ہمارے پاؤں میں رسی ڈال کر اسمبلی ہال میں گھسیں۔ خود یہ بجٹ اور سپلینٹری بجٹ لاتے ہیں اور اکثریت کے بل بوتے پر پاس کراتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو وزیر صاحبان یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ان کی اندر کی آواز باہر کیوں نہیں آتی ہیں اگر اندر آپکا کڑھتا ہے آپ ٹور کے مارے کیوں نہیں کہتے ٹڈناتا تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے چاہئے مگر اندر کی آواز تو آپکی آنی چاہئے۔ کیا آپکا ضمیر مطمئن ہے اور اگر آپ کا ضمیر مطمئن ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپکا کوئی ضمیر ہی نہیں ہے تو خدا تعالیٰ نے زبان دی ہے کم از کم بولو تو سہی یہ چیز غلط ہے، اتنا تو کہنا ہر ایک کا حق ہے غلطی تو ہر ایک کر سکتا ہے غلطی میں بھی کر سکتا ہوں آپ بھی کر سکتے ہیں غلطی کسی اور نے بھی کی ہوگی۔ خود راجب اجیلی میں آتے ہیں سچائی کا اور ایماندار کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو کچھ کریں۔ جناب والا ہم سارے بوجھ گناہ ہٹا کر آگئے ہیں پبلک نے ہمیں پیسج دیا ہے اور پانچ سال کے لئے اختیار دیا ہے کہ آپ جاؤ اس کی نمائندگی کر دو۔

جناب والا! جو کچھ پوچھ کر کہتے ہیں کہ یہ غریبوں کے لئے ہے ان سے یہ مرض کرتا ہوں کہ غریبوں کیلئے دکھ ہے درد ہے محمدردی ہے اور اگر آپ اس ایوان میں نگاہ کریں تو اس ایوان میں سارے نواب ہیں سردار ہیں پھر ہمارا کیا ضرورت ہے۔ پھر غریبوں کو آنے دو آپ نہ ایکشن ڈیو نہ ٹلکے لو نہ پارٹی بناؤ نہ سیاست میں آکر آپ مہربانی کرو غریبوں کو چلنے دو اور اس ادارے میں بھی غریب کو آنے دو اور جب آپ غریب کی بات کرتے ہیں تو پھر آپ غریب پر دردی کریں نوابی نہ کریں سرداری نہ کریں امیرانہ نہیں معتبر نہ کریں شہنشاہی نہ کریں شاہی نہ کریں جناب والا! شاہی کی تو بڑے قصبے ہو جاتے ہیں اس تفصیل میں نہیں جاتے ہیں شاہی کچھ اور ہوتی ہے شاہی وزیر ہوتی ہیں نوکر شاہ ہوتی ہے بحال بہت سی شاہی ہوتی ہے۔ جناب والا! اس وقت میرے پاس کافی مواد موجود ہے جس پر میں نے تقریر کرنی ہے جس میں ہیلتھ دائرہ اور ایڈجسٹمنٹ وغیرہ ہے یہ مل کر جتنے بھی کھاتے کھلے ہوئے ہیں ماشاء اللہ بہت سے کھاتے ہیں مختلف کھاتے ہیں پتہ نہیں کیسے چلائینگے۔ جناب والا! پرسوں میرے ایک دوست نے تقریر کی اور مجھے یقین ہے کہ تقریر ان کی نہیں تھی تقریر لکھی گئی تھی وہ لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے تھے بڑے خوبصورت لکھائی تھی یقیناً کسی بوڈر کی ریٹ نے لکھ دی تھی وہ ممبر صاحب ہیچ ابھی تک وزیر نہیں بن سکے ہیں انہوں نے ہیلتھ کے بارے میں اور دوسری چیزوں کے بارے میں ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں کہ ٹھیک ہے آپ کا اپنا کوئی بڑا ہے تو ایسی باتیں کریں مگر ہمارے ایماندار یہ ہوگی کہ اگر آپ نے کوئی چیز غلطی کی ہے اگر آپ کی پالیسی اس لحاظ سے نہیں آتی ہے جیسی ہوتی چاہیے پھر میں آپکا دوست ہوں سبب ہوں خیر خواہ ہوں تو میرا فرض یہ ہے کہ کم از کم میں آپکی صحیح راہ نمائی کروں یا اکیلے میں کہوں کہ جناب جمالی صاحب یا جناب نہری صاحب یہ آپ میں غلط بات ہے یہ نہیں کہ آپ ایوان میں بھی مدح سرائی

کرتے رہیں یہ بڑا مشکل ہے۔ ایک صاحب نے بولان نامہ میں لکھا ہے اس نے لکھا ہے
یہی ہے دروازے دونوں جانے سے جس گئے ہیں ہوجستان آجیو جہوریت کی زد میں ہے
انوارہ لگاتے دو نور صریح ذکر ہے پیر باری کابی۔ انوارہ کا ذکر ہے۔ ایک
پندرہویں کہا میرا دروازہ کھلے دو سے نے کہا میرا دروازہ کھلا ہے۔ لیکن یہاں اسمبلی
حال کے دروازے تو بند ہے۔ اور دروازہ کھل گئے تو کیا بنے گا۔ ایک اور ذکر میرا
ایک دوست و دہرا نہیں مذاں سے تو لکھا ہے کہ جناب ارجن داس بگٹی کا کشتہ جاتی پروگرام
ہے جناب والا! ہم نے ترقیاتی پروگرام تو سنا ہے مگر پتہ نہیں کہ کشتہ جاتی پروگرام
کیا ہے اور یہاں پر کہا گیا ہے کہ نئے نئے ایسا بننے والے وزیر صاحب یہ پرسوں والا کھ
دہا ہے کہ ہمیں جناب ارجن داس بگٹی نے اطلاع دی ہے کہ صحافیوں کے لئے بارہ سٹھا کشتہ
تیار کر رہے ہیں اور ہمیں کشتہ جاتی پروگرام سے کبھی واسطہ نہیں پڑا ہے ہم اپنے دوست
ارجن داس بگٹی سے یہ کہتا چاہتے ہیں آپ وزیر اور اسے ساتھ ارکان کا حق مادر
بان کو نظر انداز کر کے صحافیوں کو ایسے کشتہ سے مارنا چاہتے ہیں کہیں یہ بھی سیا سی پروگرام
کا توجہ نہیں ہے۔ جناب والا میں اس لئے یہ بتا رہا تھا کہ یہ ترقیاتی اور ترقیاتی
پروگرام تو ہماری نظر سے گزر رہا ہے یہ کشتہ جاتی پروگرام اس کا پتہ نہیں۔ میرے بھائی آپ
اس کا بڑا نہ مانیں بیشک آپ وزیر بھی ہیں اور مستقبل میں بھی وزیر صرت ہونگے۔ مجھے پتہ نہیں
ہے اس لئے میں اپنا فرس سمجھتا ہوں کہ اس سے ایوان کو ان چیزوں سے آگاہ کروں
جناب والا میں اس بجٹ کو لاپ سائیڈ ڈیٹا میں اسے بٹھاتا ہوں یہاں ۵۱۵
کروڑ نان ڈیولپمنٹ کے کھاتے میں ہیں اور ۱۹۰ کروڑ ڈیولپمنٹ کے کھاتے میں ہیں
ایس پی ڈی یعنی سپیشل ڈیولپمنٹ پروگرام اس کا کیا بنے گا اس کا خدا بہتر جانتا
ہے۔ جناب والا! اس واٹیرٹ پیپر میں ہے اور جو ہمیں ترقیاتی پروگرام دیا ہوا ہے

بڑی بڑی موٹی موٹی کتابیں ہیں۔ بجٹ میں یہ کوشش کی گئی کہ جو ہم لکھیں وہ آپ مان لیں جو ہم کہیں وہ آپ تسلیم کریں اور جو آپ کہیں ہم اس کو پینڈنگ کر دیں اس روش سے حکومت چلتے ہے نہ اسمبلی چلتے ہیں نہ بجٹ چلتا ہے اور یہ بجٹ تو آپ پاس کرا جائیں گے آپ کے پاس اکثریت ہے میں ماننا ہوں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اس موہے کی فلاح و بہبود اس میں ہے کہ ہم مل جل کر بجٹ پاس کریں، ہمیں بجٹ پاس کرنے پر اعتراض نہیں بجٹ پاس کرنا اسمبلی کی روایت ہے یہ موہے کی حیات ہے اس سے ہمیں کوئی جھگڑا نہیں ہے ہماری گزارش صرف اتنی ہے کہ بجائی میرے جو ہم آپ سے گزارش کر رہے ہیں غلط کے لئے اس کو بڑے آرام سے اکاموڈیٹ کر دو۔ اور سنبھالتا تک ممکن ہو سکے جہاں ہمارے حد ہے اس حد میں ہمارا ماتحت بناؤں۔ کیونکہ آج جس حلقے سے میں ایم پی اے ہوں کل اس حلقے سے کوئی اور ایم پی اے بھی آسکتا ہے اور جو بھی آئے گا وہ بلوچستانی ہوگا باہر سے کوئی نہیں آئے گا اور جو بھی آئے گا اس نے اس موہے کا نمونہ ہونا ہے اسمبلی میں آنا ہے اگرچہ آپ کچھ اور اچھی روایات چھوڑ جائیں تو ان کو اپنانے میں بھی اور سات چلنے میں بھی سہولت ہوگی اور اگر آپ اچھی روایات نہیں چھوڑیں گے جس کا کہیں کبھار اظہار ہوتا ہے تو مجھے یقین ہے یہ صحیح نہیں مجھے تو یقین ہے کہ آپ اس اسمبلی میں اچھی روایات کا پاس رکھیں گے اور حکومتی پارٹی سے ہماری گزارش ہے کہ ہمیں سن لو سچو لو اور اکٹھے بیٹھ کر اس حکومت کے کام چلائیں میری صرف اتنی حکومت سے گزارش ہے۔

کچھ ذکر ملازمین کا ہے۔ ورکنگ پیپر میں انکی مخالفت نہیں کرتا کیونکہ مجھے بھی کل دفاتر میں جانا ہے ان سے کام بھی لینا ہے اس لیے میں انکی مخالفت نہیں لے سکتا۔ میں فگرز جمع کر رہا ہوں وہ نوے ہزار نہیں بلکہ ایک لاکھ چار ہزار ملازمین ہیں۔ ان میں گریڈ بائیں گریڈ اکیس نہیں اور اٹھارہ

والے ہیں یہ اس حساب سے ہیں اگر میں گرڈ ایک سے لے کر بائیس تک جاؤں یعنی اس طرح ایک لاکھ چار ہزار سرکاری ملازمین بنتے ہیں۔ میں بڑی عاجزی کے ساتھ اپنے بیروزگاروں کی خدمت میں گزارش کروں گا۔ کہ ہمارا جو سچا ملازمت میں آنا چاہتا ہے وہ کہتا ہے مجھے گرڈ سترہ میں لگاؤ یہ تو ممکن ہے بوجہ تانہ گورنمنٹ کوئی ایسی پالیسی رکھے کہ انجینئرنگ پولیٹیکنک ایگریکلچر میں ہمارے بچوں کی کھپت ہو جائے تاکہ ہمارے نان ڈویلپمنٹ بجٹ پر براہ راست بوجہ نہ پڑے اور انہیں دودقت کی روٹی مل سکے۔ اگر سید ہاشمی صاحب میری بات غور سے سن رہے ہیں اگرچہ یہ میری تجویز ہے اور وہ اس طرف توجہ دیں تو یہ اس صوبہ کے لیے بہتر ہوگا کیونکہ اس صوبہ کی جہاں کل آبادی پچاس لاکھ ہے۔ جناب والا! آپ اندازہ لگائیں تو اگر چار ہزار اداپر کے ملازمین کو چھوڑ دیا جائے تو ایک لاکھ کے حساب سے بھی ہر پچاس افراد پر ایک ملازم چاہے وہ ایک گرڈ مہما ہو چاہے بائیس کا ہو اس تناسب کو اگر آپ لیں تو کس صوبہ میں بھی یہ تناسب نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اس وقت یہاں پچاس آدمیوں پر ایک آدمی سرکار کے کندھوں پر بوجہ ہے اور آپ اس پر مزید کتنا بوجہ ڈالیں گے میرے خیال میں یہ صوبہ اتنا بوجہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے میں ٹرینڈری نیچر سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ جو پروگرام بھی بنائیں براہ مہربانی آپ یہ نظر میں رکھیں کہ آپ انکی کھپت کس طرح کریں گے چھ ہزار حج ساڑھے تین ہزار یہ کل ساڑھے نو ہزار ہونگے میرے ایک دوست نے سنیک پراجیکٹ کا ذکر کیا۔ اس میں بھی ہماری کھپت ہو جاتی ہے تو اس قسم کی دوسری انڈسٹری لائینیشن میں بھی ہمارے بچوں کی کھپت ہو سکتی ہے ہاں اگر ان کو حب کے بل سے پکڑ کر جیل میں نہ ڈالا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ لوگ اور پیسہ بھی یہاں بوجہ تانہ میں سے اڈیٹ کرنا چاہیں۔

جناب عالی! میری چند گزارشات تھیں ایک میں مہول گیا اور وہ لیونیز کے بارے میں ہے لیونیز کا مسئلہ ہے۔ آپ کے ہاں لیونیز اور پولیس دونوں کا نظام رائج ہے۔ لیونیز فورس کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے۔ ان کی نیشن انکی ٹریننگ وغیرہ کا جھگڑا ہے۔ اس سلسلے میں ان کے ساتھ نا انصافی کی جاتی ہے جیسا کہ بوجہ تانہ میں دو نظام رائج ہیں ایک لے ایریا اور دوسرا بی ایریا۔ میں سمجھتا ہوں

صوبے کی ڈویلپمنٹ پر اثر پڑتا ہے سپینٹری بجٹ کے لیے افسران صاحبان کے لیے ماشا اللہ کل کلاں کو پیسے کہاں سے آئیں گے مجھے تو زیادہ فکر اس بات کی ہے۔ اگر انکو تنخواہ ملے گی تو وہ کام کریں گے۔ جناب والا! میں خدا کے لیے پھر گزارش کرتا ہوں کہ سترہ اٹھارہ مہینے ہو گئے ہیں دونوں حکومتوں کو پارہ میں آئے ہوئے سب دعوت کرتے ہیں کہ ہم ٹوٹل اکثریت میں ہیں اور اتفاق سے ڈویلپمنٹ اس لیے نہیں ہو رہی ہے۔

جناب والا! میں آخری دو فقروں میں استفادہ کروں گا کہ میری دانست اور ناقص عقل کے مطابق کہ تمام حکومتوں نے چاہے وہ مرکزی ہوں یا صوبائی انہوں نے اپنی پرائیورٹیز (Priorities) اپنی جگہ کر دی ہیں انہوں نے جو نمبرے اور سلوگن دیئے تھے الیکشن کے دوران اور جو پروگرامز دیئے تھے اور قرآن اٹھائے اور پھر وزیر اعظم ذریعہ اعلیٰ اور ذرا بنے کسی نے بھی اپنی بات کا پاس نہیں رکھا اور پرائیورٹیز (priorities) تبدیل کر لیں اس حد تک کہ ان کی ترجیحات محدود ہو کر رہ گئیں کہ جناب میں کس طرح کر سکیں کہ وہ سکتا ہوں میرے کسی طرح ایم پی لے۔ ایم این لے پراثر انداز ہو سکتا ہوں بہر حال میری کرسی کیسے باقی رہ سکتی ہے باقی رہا اللہ کے کھاتے میں۔ تو صاحب اس طرح نہ تو حکومتیں چلی سکتی ہیں اور نہ ہی ترقی ہو سکتی ہے اور نہ یہ آس میں چل سکیں گے۔ تاہم اگر انہوں نے بنا ہے تو ضرور نہیں اور نہ بن سکے تو کہہ دیں کہ بھائی یہ ہمارے بس کہ بات نہیں ہے دوبارہ الیکشن کرنا میں اللہ اللہ غیر سلی، مرکزی سطح پر تو الیکشن ہوں گے۔ انشاء اللہ جب بھی ہونے کیونکہ پورا ٹرم چلانے میں ایک آدھ حکومت میں شاید ہمت ہو لیکن میں اپنے صوبے کی بات کر سکتا ہوں شاید باقیوں میں ہمت نہ ہو کہ وہ اپنی ظم پوری نکال جائیں یہ بڑا مشکل ہے۔

جناب دادا! آخر میں اسمبلی سکرٹریٹ کے لیے ایک گزارش جو ریسیانی صاحب نے بھی کی تھی کہ ان کو اگر جوئے تو دو مہینوں کا بونس دیدیں یعنی اسمبلی سکرٹریٹ اینڈ اسٹاف اور جتنے بھی ان سے منسلک ہیں۔ حالانکہ نیازی صاحب مجھے بڑا گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں۔ لیکن نیازی صاحب اپنے اتنا بڑا سپینٹری بجٹ اکثریتی دو ٹوں سے منظور کر لیا ہے تو یہ بھی کہہ دیں کیوں کہ بھائی یہ لوگ بھی شب و روز کام کرتے ہیں آج کاسٹیشن بھی

اسمبلی کی تاریخ میں طویل ترین سیشن ہو گا۔ جو میرا اندازہ ہے۔

جناب والا! ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا خواہ ہوں اور ممبران کا بھی معذرت کے ساتھ
شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ جناب والا! اور کچھ ہمیں عطا ہوا یا نہ ہوا مگر کم از کم عطا جعفر تو عطا ہوا۔ بہر حال دیکھتے ہیں
کیا ہوتا ہے۔ اللہ ناک ہے۔ خدا حافظ

سردار ثناء اللہ خان زہری

رپوائنٹ آف آرڈر جناب اسپیکر۔ کل میں ذاتی مسردنیات کی وجہ سے نہ آ سکا۔ اسمبلی
کاشیڈول مجھے گھر پر ملا ہے۔ مجھے علم نہیں تھا۔ کہ آج سبٹ پر عام بحث کا آخری دن ہے۔ جناب والا! مجھے
آج کچھ بولنے کی اجازت دی جائے۔

جناب اسپیکر

اب اختر منگل صبح بھٹ پر تقریر کریں گے۔ آپ کو ضرور موقع ملے گا۔

سردار اختر منگل

جناب والا! معزز ایران۔ آج چونکہ سبٹ پر عام بحث کارن ہے۔ اور بھٹ پر بحث ہو رہی
ہے۔ اس سے پہلے آج اور کل بہت سے ممبران نے بحث کی ہے۔ اس سبٹ پر اب بولتے ہوئے بھی رسم
آتا ہے۔ ان سے پہلے ممبران نے اس کو اتنا جھنجھوڑ دیا ہے۔ کچھ کہتے ہوئے بھی جھجک محسوس ہوتی ہے۔
جناب اسپیکر! ہونا تو یہ چاہئے تھا۔ کہ جن لوگوں نے یہ بھٹ تیار کیا ہے خواہ وہ اب حکومت سے نکلے ہوئے ہوں۔
یا حکومت میں موجود ہیں یا وہ بیورو کریٹ ہوں ہو سکتا ہے وہ آئندہ آنے والے بھٹ میں مصروف ہوں
غیر یہ تو آنے والا دقت ہی جائے گا۔

آج میں اپنے حلقہ انتخاب کے مسائل نہیں بیان کروں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ بلوچستان کے تمام علاقے انہیں مسائل سے دوچار ہیں۔ اس لیے میں آج اس قوم کے زیادہ دیگر مسائل پر بحث کرنا چاہوں گا چونکہ اگر بلوچستان سرسبز ہوتا ہے تو میرا حلقہ بھی سرسبز ہوتا ہے اگر بلوچستان آگ کی لپٹ میں ہوتا ہے تو اس میں میرے حلقے کے لوگ بھی جل کر راکھ ہو سکتے ہیں۔ آج ۹۱-۱۹۹۰ء کے بجٹ پر عام بحث ہو رہی ہے اب میں نہ جانے بجٹ ۱۹۹۰ء یا ۱۹۹۱ء پر کروں کیونکہ ان میں مجھے کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا ہے فرق تو صرف ایک ہے کہ کل کے بجٹ میں لے ڈی پی ٹی کھلائی تھیں وہ وہی اسکیم موجودہ لے ڈی پی ٹی میں جاری کھلا رہی ہیں اور مجھے شک ہے کہ آئندہ لے ڈی پی ٹی بھی جاری اسکیمات میں رہیں گی۔ ان کو تو خدا ہی روک سکتا ہے ہمارے بس میں نہیں ہے اور اس کا پورا الزام ہم کسی حد تک صوبائی حکومت پر ڈال سکتے ہیں کسی حد سے مراد کہ اس صوبائی بیوروکریسی کے سامنے کیوں بے بس اور مجبور نظر آتی ہے۔ کیونکہ اس بجٹ کو بنانے میں جتنا عمل دخل بیوروکریسی کا ہے اتنا اس ایران میں کسی اور کا نہ ہونے کے برابر ہے یہ بیوروکریسی وہ عادی جنگ ہے جس نے قیام پاکستان سے لے کر آج تک بلوچستان کی قوم کا خون چوس چوس کر سوائے ہڈیوں کے ڈھانچے کے سوا کچھ نہیں بنایا۔ اور اب تک ٹو کار بھی نہیں لی ہے ہم اس بات سے کجی واقف ہیں کہ بعد عنایت اگر میں مرکز کا نام لوں تو جالی صاحب موجود نہیں ہیں شاید وہ اعتراض کریں انہی کا طرف سے ہو رہی ہے چاہے وہ بجٹ کے فنڈ کی کمی کی صورت میں سہا فوجی لینا کی صورت میں ہو ہم پر ہوتی رہی ہے اور ہو رہی ہے اور بعد میں ہوتی رہے گی۔

جناب اسپیکر! ۱۹۷۲ء میں نیپ کا دور تھا اور بلوچستان کا بجٹ تین کروڑ پانچ سو لاکھ تھا۔ منہگائی اور اضراط زر کی وجہ سے آج یہ چار سو گنا ہو گیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ بجٹ سولہ ارب کا ہوتا۔ اگر ہم اس کو بھی مرکز کی مہربانی کہیں گے۔ آج بلوچستان جن مسائل سے دوچار ہے۔ یہ کسی سے چھپتا نہیں ہے ان مسائل میں پینے کا پانی ہو زراعت ہو یا بجلی تعلیم صحت بے روزگاری یہ مسائل سرفہرست ہیں چھوڑو ان سب میں اہم مسئلہ پینے کے پانی کا ہے مگر موجودہ بجٹ میں اس کے

آج میں اپنے حلقہ انتخاب کے مسائل نہیں بیان کروں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ بلوچستان کے تمام علاقے انہیں مسائل سے دوچار ہیں۔ اس لیے میں آج اس قوم کے زیادہ دیگر مسائل پر بحث کرنا چاہوں گا چونکہ اگر بلوچستان سرسبز ہوتا ہے تو میرا حلقہ بھی سرسبز ہوتا ہے اگر بلوچستان آگ کی لپیٹ میں ہوتا ہے تو اس میں میرے حلقے کے لوگ بھی جل کر راکھ ہو سکتے ہیں۔ آج ۹۱-۱۹۹۰ء کے بجٹ پر عام بحث ہو رہی ہے اب میں نہ جانے بجٹ ۱۹۹۰ء یا ۱۹۹۱ء پر کروں کیونکہ ان میں مجھے کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا ہے۔ فرق تو صرف ایک ہے کہ کل کے بجٹ میں لے ڈی پی ٹی کھلاتی تھیں وہ وہی اسکیں موجودہ لے ڈی پی ٹی میں جاری کھلا رہی ہیں اور مجھے شک ہے کہ آئندہ لے ڈی پی ٹی بھی جاری اسکیما میں رہیں گی۔ ان کو تو خذ ہی روک سکتا ہے ہمارے بس میں نہیں ہے اور اس کا پورا الزام ہم کسی حد تک صوبائی حکومت پر ڈال سکتے ہیں کسی حد سے مراد کہ اس صوبائی بیوروکریسی کے سامنے کیوں بے بس اور مجبور نظر آتی ہے۔ کیونکہ اس بجٹ کو بنانے میں جتنی عمل دخل بیوروکریسی کا ہے اتنا اس ایوان میں کسی اور کا نہ ہونے کے برابر ہے یہ بیوروکریسی وہ عادی چونک ہے جس نے قیام پاکستان سے لے کر آج تک بلوچستان کی قوم کا خون چوس چوس کر سوائے ہڈیوں کے ڈھانچے کے سوا کچھ نہیں بنایا۔ اور اب تک ڈکار بھی نہیں لی ہے ہم اس بات سے کجربی واقف ہیں کہ بعد عنایت اگر میں مرکز کا نام لوں تو جالی صاحب موجود نہیں ہیں شاید وہ اعتراض کریں انہی کی طرف سے سو رہی ہے چاہے وہ بجٹ کے فنڈ کی کمی کی صورت میں سو یا فوجی لینا کی صورت میں جو ہم پر ہوتی رہی ہے اور سو رہی ہے اور بعد میں ہوتی رہے گی۔

جناب اسپیکر! ۱۹۷۲ء میں نیپ کا دور تھا اور بلوچستان کا بجٹ تین کروڑ پانچ سو لاکھ تھا۔ منہگاتی اور افراط زر کی وجہ سے آج یہ چار سو گنا ہو گیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ بجٹ سولہ ارب کا ہوتا۔ اگر ہم اس کو بھی مرکز کی مہربانی کہیں گے۔ آج بلوچستان جن مسائل سے دوچار ہے۔ یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے ان مسائل میں پینے کا پانی ہو زراعت ہو یا بجلی تعلیم صحت بے روزگاری یہ مسائل سرفہرست ہیں پھر ان سب میں اہم مسئلہ پینے کے پانی کا ہے مگر موجودہ بجٹ میں اس کے

ان کا گذارہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت بلوچستان اپنی توجہ زیادہ سے زیادہ تعلیم کی طرف دے اور طالب علموں کے وظائف میں بتنا ممکن ہو سکے۔ اساتذہ اور طالب علموں کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ وہ تعلیم کی طرف زیادہ سے زیادہ اپنی توجہ دے سکیں۔ تاکہ کم از کم آنے والے دور میں مجھ جیسا کوئی ناخواندہ اس ایوان میں بیٹھ کر بلوچستان کی قسمت کا فیصلہ تو نہ کر سکے۔

حکومت کے بارے میں مجھے پہلے ممبران نے اتنا کچھ کہا ہے اور اب تو وہ کہتے ہوئے بھی مجھے ڈر ہے کہ میں خود کہیں اس صحت کا مرلین نہ بن جاؤں۔ جناب اسپیکر! بلوچستان میں بے روزگاری کا جو فرقہ ان پایا جاتا ہے میرے خیال میں اسکی مثال اس ملک کے کسی حصہ میں بھی ملنا ممکن نہیں ہے۔ ہمارے ڈاکٹرز گریجویٹس اور انجینئرز وغیرہ روز در کی شوگر بکھاتے پھر رہے ہیں جناب وہ جاتیں ترکس کے در پر جاتیں۔ اگر وہ مرکز کے دروازے پر جاتے ہیں تو انہیں صوبے کی طرف دکھیلا جاتا ہے اور جب وہ صوبائی حکومت کی طرف اپنا رخ کرتے ہیں تو انہیں سلانوں کے پیچھے دکھیلا جاتا ہے۔ آخر ان کا تصور کیا ہے! یہی کہ ان کا تعلق اس منظم صوبہ اور بلوچستان کے منظم عوام سے ہے میں صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت کے اس رویہ کو تسلیم کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا ہوں حکومت بلوچستان سے میں یہ مطالبہ کروں گا کہ اگر انہیں مرکز سے کچھ نہیں ملتا تو کم از کم انہیں میاں پرنزکواتہ کے طور پر کچھ رقم دیا جاتے۔

جناب اسپیکر! روڈز جسے ہم سڑکیں کہتے ہیں جو ترقی کے حوالہ سے عوامی مفادات کے نام پر پیش کی جاتی ہیں لیکن ہم اس چیز سے بھی ناخبر ہیں کہ ان کا مقصد ان سڑکوں پر ترقی کے بجائے فوجی گاڑیوں کی رضا گاہ کی اور ان فوجی جوانوں کے بوڑوں کی زلزلہ گاہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اسکی واضح مثال ہمارے اور آپ کے سامنے آر۔سی۔ ڈی۔ روڈ ہے۔ جو کہ بلوچستان سے سندھ اور سندھ سے بلوچستان میں فوج کی نقل و حرکت کے سوا اور کوئی خاص کام نہیں دیتی ہے۔ اگر سڑکوں سے ترقی ہوتی تو جب سے لیسکر نوشکی تک آر۔سی۔ ڈی کے دائیں بائیں ہم بلوچستان کو کم از کم سسر سبز تو دیکھ پاتے۔ لیکن یہ سب ہم سے ایک منسوب اور ایک ڈھونگ کے تحت مذاق کیا جا رہا ہے۔ ان سب مجموعی مسائل کو اگر ہم اکٹھا کر کے کچھ دیر کے لیے اپنے اس ذہن پر زور

دیکھ سوجھیں کہ آخر ہمارا کیا قصور ہے۔ ہمارے ساتھ یہ سوتیلے پن کا بڑا ڈھیر دور میں کیا جا رہا ہے۔ اسکی وجہ کیلئے تو شاید ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچیں۔ سوئی گیس جس کا ذکر پہلے بھی مسبران کر چکے ہیں آج نہیں بلکہ سالوں سے ہم روزانہ رہے ہیں کہ سوئی گیس نکلتی تو بلوچستان سے ہے لیکن پورا کونٹہ نہیں بلکہ اس کے کچھ حصہ کے سوا بلوچستان کا تمام تر علاقہ اس گیس سے محروم ہے۔ سوئی گیس کے ذکر سے مجھے ایک بات یاد آگئی گزشتہ روز سوئی گیس سرچارج کے بارے میں محترم وزیر نے ایک اچھے انداز میں ایک اعلیٰ موقف پیش کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمارے ساتھ سر اسزاجا زبورا ہے۔ مسٹر محترم وزیر میرے بھائی میرے حضور میں اسکو تسلیم کرتا ہوں۔ مانتا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ معزز وزیر صاحب کا کہنا ہے۔ کہ امریکہ والا امپیریلزم (imperialism) کا بڑا ڈھیر ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ لیکن حضور پہلے یہ ملک کون چلا رہا ہے۔ اس ملک کی پالیسیاں اور باگیں کس کے ہاتھ میں ہیں؟ یہ سب کچھ یہ سب پالیسیاں واشنگٹن میں بنتی ہیں۔ لیکن انکو ایمپلیمینٹ (implement) پاکستان کے ذریعہ کیا جا رہا ہے۔ آج اور کل کے حکمران کٹھن پتلیاں ہیں۔ جنکی ڈوریاں ان کے ہاتھ میں ہیں۔ لیفٹ رائیٹ کرنا ان کے ہاتھ میں ہے۔ جناب والا! میں کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اسلام آباد جس کا نام واشنگٹن ہے۔ محترم وزیر اور آپکی قسمت کا فیصلہ وہیں واشنگٹن میں ہوتا ہے۔ جب تک تم میں شعور نہ ہو تب تک ہم اپنی قسمت کے مالک نہیں ہو سکتے ہر آنے والے دور میں مقبوضہ بلوچستان کے مقبوضہ بحث پر ہم روتے پیتے رہیں گے۔

جناب اسپیکر! ہمارے ایک معزز دوست اور جو اس وقت ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ جناب چکری صاحب نے ہم پر یعنی بی این ایم پر الزام لگایا۔ لیکن بی این ایم کے دوستوں نے ایسی کوئی اسٹیٹمنٹ یا بیان نہ دیا ہے اور دیا گئے جس سے بوجوں اور شہوتوں کے تعلقات خراب ہو سکیں یہ ان کا اپنا کہنا ہے۔ اور کچھ غیر ذمہ دار لوگوں نے یہ بیان دیا ہے۔ اور یہ پروپیگنڈہ شروع کیا ہے۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ان غیر ذمہ دار لوگوں کا وہ شیطانی خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو۔ دوسری جو بات میرے معزز رکن نے سپیشل ڈویپمنٹ پروگرام کے حوالے سے کہی تھی کہ اس میں زیادہ تر اسکیات بروج علاقے

یے تیسری رقم رکھی گئی ہے میں نہیں سمجھتا کہ یہ بلوچستان کی تو بات چھوڑ دیں صرف بلوچستان کے ایک ضلع یا ڈویژن کے مسائل بھی حل نہیں کر سکتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ بجلی کا ہے اگر آپ پورے بلوچستان میں دیکھیں تو یہ سہولیات نہ ہونے کے برابر ہے اکثر علاقوں میں اگر بجلی ہے تو وہ بھی لوڈ شیڈنگ کی نظر ہو جاتی ہے۔ اس سے نہ صرف عام آدمی بلکہ بلوچستان کے وہ کمزور زمیندار جنہوں نے اپنی زمینیں اور ٹیوب ویل ڈیزل اور تیل کی بجائے اس بجلی پر بدل دیئے ہیں وہ بھی اس سے متاثر ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ ایک حکمہ جسے ہم داڑھا کہتے ہیں۔ جو کچھ ان زمینداروں سے بچا ہے وہ اسکی نذر ہو جاتا ہے۔

جناب اسپیکر! اب میں تعلیم کی طرف آتا ہوں۔ تعلیم کو بڑھانے میں بڑا بدل ایک استاد کا ہر

میں دیکھی ہیں۔ تو معزز رکن سے یہ عرض کروں گا کہ اس خطہ میں انگریزوں کو شکست دینے کے بعد بلوچ عوام نے سیاسی اور قومی حقوق کی جنگ پاکستان بننے کے بعد سے آج تک مختلف صورتوں میں جاری رکھی ہے اور یہ جمہوری حد و بند جاری ہے میں اپنے اس دست سے یہی عرض کروں گا۔ کہ ہمارا ساتھ دو دیکھو کہ ہمارے اور آپ کے حقوق بالادست حکام جن کا زیادہ تعلق پنجاب سے ہے نے غصب کئے ہیں۔ آوجھائی مل بیٹھ کر یہاں بالادست سامراج کو شکست دیں اور اس سرزمین کے مسائل کو یہاں کے عوام کی عیادت کے لیے استعمال کریں۔

اس پر مجھے ایک شعر یاد آگیا ہے۔

کوئیں کلات کیسے بیت میراث نہ ایں

ماہ سلگراں گیت نے انت

جناب اسپیکر! کیوں کہ اس ضمن میں میں نے شہرح میں اپنی بات میں واضح کر دی تھی کہ مل بیٹھ کر اس معاملہ کا سل نکالیں۔ اس ایوان میں پہلے حق خود ارادیت کے بارے میں ایک تحریک پیش کی گئی تھی۔ آج کل کشمیر میں حق خود ارادیت کی تحریک چل رہی ہے۔ ہماری پارٹی کا ایک منشور ہے ہم تمام مظلوم قوموں کی حق خود ارادیت کی جدوجہد کی حمایت کرتے ہیں۔ اس ایوان کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ بلوچستان کے عوام کو بھی حق خود ارادیت دینی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ وقت ضرور آئے گا کہ اس ایوان سے مظلوم قوم کے لیے حق خود ارادیت کی تحریک پاس کی جائے گی۔ اس سے شاید آج اس ایوان میں بعض ارکان کے دل دھڑکتے ہیں۔ لیکن تمام قوموں کی خود ارادیت ان کا حق ہے۔ لیکن کچھ لوگ بعض مجبور یوں کی وجہ سے لبکٹائی نہیں کر سکتے۔

جناب اسپیکر! میں کوشش کر رہا ہوں کہ زیادہ وقت نہ لوں کیونکہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ میں بھی لمبی

تعاریر کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔

ہم بن این ایم کے دست ہر اس پالیسی اور تحریک کی حمایت کریں گے جو بلوچ قوم کے مفاد میں ہوگی اور اس قوم کی حمایت کریں گے جو اپنے حقوق کے لیے کوشش کر رہی ہو۔ اور ہر اس تحریک کی حمایت کریں گے جو بلوچستان کے حقوق کے لیے لڑی جائے۔ لیکن اگر ہم نے یہ محسوس کیا کہ اس حکومت کی پالیسیاں بلوچ قومی تحریک یا بلوچستان کے

عوام کے مفادات کو نقصان پہنچا رہی ہے تو ہمارا رویہ بھی اپوزیشن سے زیادہ سخت اور ایک دشمن سے زیادہ تلخ پایا جائے گا۔ شاید میری آج کی باتیں کچھ دوستوں کو ناگوار گزاری ہوں تو اس بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ صرف ایک شعر ہی پڑھ سکتا ہوں۔

بے شک تو بخش ظلم بکن اس بکن

مادراسر حق گوشاں چھپ نہ بیان

شکریہ۔

جناب اسپیکر

اب بجٹ پر میرا برقی بودجہ تقریر کریں۔

میر صاحب علی بوچ

جناب والا! تقریر کا موقع دینے کا شکریہ۔ جناب اسپیکر چاہئے تو یہ تھا۔ کہ آج کے اجلاس میں ہمارے علمائے کرام بھی موجود ہوتے اور بجٹ کارروائی میں حصہ لیتے۔ اس لیے کہ آج کے دن حکومت کی ڈیڑھ سال کی کارکردگی پر بجٹ ہو رہی ہے اور اس ڈیڑھ سال میں جو اس حکومت نے اچھائیاں اور برائیاں کی ہیں وہ دیکھتے اور سنتے۔ کیونکہ وہ تمام اچھائیوں اور برائیوں میں برابر کے شریک تھے اور آج وہ اس اکاؤنٹ ایبلٹی کا ایک حصہ بنتے، آج وہ سنتے اور ان اعتراضات کا جواب دیتے۔ اور اس بجٹ کا جواب دیتے کہ جن باتوں پر حکومت کی طرف سے کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ اس وقت کونسی مجبوریاں تھیں اور کونسی باتیں تھیں اور وہ کونسی کارروائیاں تھیں جن کو وہ پیش نہیں کر سکتے تھے۔ اور اس بارے میں کہہ نہیں سکتے تھے۔ آج میں نہیں سمجھتا ہوں کہ وہ واکاؤٹ پر ہیں یا کس مشن پر ہیں۔ خیر وہ اپنی بات تو اس ایوان میں کر گئے ہیں۔ اور کسی کی بات نہیں سن رہے ہیں یہ تو وہی بات ہے کہ ایک دن میں بی وی پر ڈرامہ دیکھ رہا تھا کہ ایک صاحب سائیکل پر تیز جا رہے تھے اور دوسرا شخص اس کے پیچھے کس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ کیوں بھاگ رہے ہو جواب دیا کہ یہ ایک شاعر

تھا اپنی غزلیں تو سنا گیا ہے۔ اور اب جب میری باری ہے تو بھاگ گیا ہے اور اس طرح اب علماتے کرام نے اپنی بات تو کہہ دی لیکن ہماری باری آئی یعنی سننے کی باری آئی چلے گئے ہیں۔ بہر حال جناب والا! اس بجٹ پر تقاریر ہوتے ہوئے کافی وقت گزر چکا ہے اور اب رات کے ساڑھے نو بج چکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بجٹ مستقبل کے ہاتوں کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ اور ہر قوم کو آئندہ کے لیے لائحہ عمل دیتا ہے۔ سب سے بڑی چیز بجٹ میں ہوتی ہے وہ یہ کہ اس کو کس طرح عوام کے مفاد میں استعمال کیا جاتا ہے اور یہ عوام کے لیے ضروری ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ اس بجٹ کو صحیح طریقے سے بلوچستان کے غریب عوام کے لیے پلان نہیں کیا گیا ہے۔ اور مزدوروں کے سامنے اور غریبوں کے سامنے پیش نہیں کیا گیا ہے۔ اس میں تمام رقوم جاری اسکیموں کے لیے رکھی گئی ہے۔ اور یہ پہلے

(feasibility reports) رپورٹ تیار کرتے ہیں۔ اور پھر اسی کو کہا جاتا ہے کہ یہ فینر بلٹی رپورٹ قابل قبول نہیں ہوتی۔ اور اس پر ایک اور فینر بلٹی رپورٹ بنا دو۔ یہ تک کا پیسہ ہے۔ یہ عوام کا پیسہ ہے۔ یہ صرف پلان کرنے اور فینر بلٹی رپورٹیں بنانے پر ضائع جا رہا ہے۔ یہ نہیں دیکھا جا رہا ہے۔ کہ حقوق کیا ہیں مسائل کیا ہیں اس کے لیے بنیادی باتیں کیا ہیں لوگ کہتے ہیں۔ کہ پینے کا پانی نہیں ہے۔

ہیں دیکھنا چاہئے۔ کہ ہمارے مسائل کیا ہیں عوام کی ضرورت کی بنیادی باتیں کیا ہیں لوگ کہتے ہیں کہ پینے کا پانی نہیں ہے اور آپ کے پاس ان مسائل کو حل کرنے کے لیے اس کا ٹارگٹ کیا ہے۔ کیا منصوبہ بنایا ہے۔ اس کو کس طرح سے ختم کرنا ہے۔

پچھلے سال بھی اس قسم کا بجٹ بنایا گیا تھا اور کوئی ٹارگٹ نہیں دیا گیا تھا۔ یہاں پر نہ کوئی لانگ ٹرم پلاننگ ہے نہ کوئی شارٹ ٹرم پلاننگ ہے۔ اور اس کے لیے کوئی سمت مقرر نہیں کی جا رہی ہے کہ یہ تک کیسے ترقی کرے گا۔

اب بات بات پر کھا جاتا ہے۔ کہ وفاقی حکومت۔ جناب اپنی کوتاہیاں، اپنی نالائقی۔ اپنی بیوردگی پر آپ کی گرفت نہیں ہے۔ اور اپنا کوئی پالیسی نہیں ہے۔ سارے کا سارے الزام وفاقی حکومت پر کہ جی وفاقی حکومت ہمیں سپورٹ نہیں کرتی ہے۔ وفاقی گورنمنٹ یہ نہیں کر رہی ہے وہ نہیں کر رہی ہے جناب آپ کیا کر رہے ہیں؟۔ اگر آپ کے پاس محدود وسائل ہیں۔ تو آپ اپنے مسائل کا ایک سائینٹفک پلاننگ کریں۔ لے آپ اسمبلی اور عوام کے سامنے ایڈمنٹ کریں۔ کہ جناب یہ ہماری شارٹ ٹرم پالیسیز ہیں اور یہ ہماری لانگ ٹرم پالیسیز ہیں۔ جناب وفاقی حکومت آپ کو کیوں سپورٹ نہیں کرے گی اور وہ آپ کی بات کیوں نہیں مانے گی۔ کیا وہ عوام دشمن گورنمنٹ ہے۔ جناب والا! وہاں پر ایک جمہوری حکومت ہے۔ ایک منتخب حکومت ہے۔ آپ یہ سوچیں کہ وہ کون لوگ ہیں جو اختلافات پیدا کر رہے ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں جو یہ چاہتے ہیں۔ کہ وہاں پر اسٹیبلٹی (stability) نہ ہو اور یہاں پر بھی اسٹیبلٹی نہ ہو۔ وہاں ترقی نہ ہو اور یہاں بھی ترقی نہ ہو۔

جناب آپ آئیں ہمارے ساتھ بیٹھیں۔ مجرم کو تلاش کریں اور اسکی نشت نہ ہی کریں کہ وہ کون لوگ ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ جناب والا! یہ لوگ جمہوریت کو کسی بھی صورت میں نہیں چاہتے ہیں یہ لوگ جمہوری اداروں کو مضبوط کرنے میں مخلص نہیں ہیں۔ یہ ہمیشہ عوام کی نلاج و بہبود کے مخالف چلتے ہیں۔ اس لیے کہ انکی عوام کے مفادات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ ان قوتوں کے آکر کار ہیں۔ جو عوام کے مخالف اور دشمن ہیں۔ اگر خدا نخواستہ جمہوریت کو کوئی تکلیف ہوئی تو تاملی بجانے والوں سے پہلے یہی لوگ ہوں گے۔ اور عوام کے خلاف بننے والی حکومت میں شامل ہونے والے بھی یہی لوگ ہوں گے۔ آج مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ قائد ایوان یہاں اس وقت موجود نہیں ہیں۔ لیکن میں ایک بات عرض کروں گا۔ کہ آپ ضرور ان چیزوں کو دیکھیں اور انہیں محسوس کریں۔ ان کی باتوں میں نہ آئیں۔ آپ اور مرکزی حکومت کوئی راستہ اور کوئی ایسا طریقہ نکالیں۔ جس سے برصغیر کے آباد ہو۔ جس سے یہاں کا غریب طبقہ آباد ہو۔ جو یہاں کی مہلکان کے لیے ہوں۔ جناب یہاں کے جو

سازشی لوگ ہیں۔ ان کے مفادات کو نقصان پہنچائیں۔ ہم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ جناب یہ بلیک شیپ (Black Sheeps) یعنی کالی بھیڑیں ہیں۔ اور پیپلز پارٹی کو حکومت ہماری مدد نہیں کر رہی ہے۔ جناب ہم تو چاہتے ہیں کہ اس ملک میں جمہوریت پھیلے پورے۔ اس لیے کہ آپ نے اس جمہوریت کے لیے کیا کیا ہے۔ جمہوریت کے لیے ہم نے قربانیاں دی ہیں۔ ہمارے شہید چیمبرین ذوالفقار علی بھٹو جمہوریت کا نعرہ لگا لگا کر آمرانہ کے ہاتھوں پھانسی پر چڑھ گیا۔ محترم بے نظیر بھٹو جو آج دذیر اعظم ہیں ان کے خلاف وہاں سازشیں جو رہی ہیں۔ جس طرح یہاں آپ کے خلاف سازشیں جو رہی ہیں۔ جناب ایک خاتون ہو کر انہوں نے جمہوری قوتوں کے ساتھ مل کر آمرانہ سے لڑ کر الیکشن کرائے۔ جس کی وجہ سے آج آپ یہاں بیٹھ کر جمہوریت کے مزے لوٹ رہے ہیں بہر حال جمہوریت کو لانے میں آپ کا بھی حصہ ہے اور ان کا بھی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ بلیک شیپ کو پہچانیں اور ان کے دھوکے میں نہ آئیں۔ اس لیے کہ انکو آپ بھی جانتے ہیں اور ہم بھی جانتے ہیں۔ جناب والہ میں کم وقت لینا چاہتا ہوں۔ اور ایک اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جمہوری نظام میں اور سیاست میں سب سے بڑی چیز ایک دوسرے کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے موقف کو سنا اور ایک دوسرے کے موقف کو اگر وہ جائز ہے اسے ماننے ہے۔ لیکن سیاسی تشدد کسی بات پر سرکاری ملازمین کے غلط رپورٹوں پر وکٹمائز (victimise) کرنا جمہوریت کا شیوہ نہیں ہے۔ میں آج بھی چاہتا ہوں کہ میرے دوست جناب صادق عمرانی جو ایک حلقہ کے نمائندگی کرتا ہے۔ اگر وہ آج یہاں پر ہوتا تو وہ آج اپنے حلقہ کی نمائندگی کرتا۔ مجھے یقین ہے کہ یہاں پر میرے جتنے بھی دوست بیٹھے ہوئے ہیں وہ ڈیموکریسی کے پراسیس (process) میں ہیں۔ اور وہ بھی یقیناً اس بات کو چاہتے ہوں گے کہ اس قسم کی وکٹمائزیشن (victimisation) نہیں ہونی چاہیے۔ میں پھر عرض کر رہا ہوں کہ یہ ان بلیک شیپ کی غلط رپورٹنگ کی بنا پر ہوا ہے۔ بہر حال میں مطالبہ کرتا ہوں کہ صادق عمرانی کے وارنٹ گرفتاری واپس لینے چاہئیں تاکہ

وہ اپنے حلقہ کے عوام کی خدمت کر سکیں۔

جناب والا! میرے حلقہ پنجگور میں ایک کارخ کو ڈگری بنانے کا حکومت کا منصوبہ تھا۔ لیکن پتہ نہیں کیوں اس منصوبہ کو واپس لیا گیا۔ میری درخواست ہے۔ کہ یہ ایک بڑا اہم مسئلہ اور ضروری مسئلہ ہے کہ اس کارخ کو ڈگری کا بنایا جائے۔ جناب ہمارے ایگزیکٹو کابینے سے بڑا ذریعہ کارنیزات کا ہے۔ کارنیزات کے سلسلہ میں حکومت نے ہمیں اس بجٹ میں کوئی پالیسی نہیں دی ہے۔ جناب اسپیکر میں آپ کے توسط سے درخواست کرتا ہوں کہ حکومت کارنیزات کی طرف توجہ دے۔ ایک چیز میں مختصر کر کے بتانا ہوں۔ حالانکہ میں ایک بڑا پلندہ بنا کر لایا تھا۔ لیکن مجھے پتہ ہے کہ اس میں کوئی دلچسپی نہیں لے گا۔ جناب والا! میں آپ کے توسط سے صرف ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جناب کہتے ہیں۔ کہ مرکزی حکومت بلوچستان کو ترقی دینے میں دلچسپی نہیں رکھتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جناب آپ خود سوچیں کہ مرکزی حکومت نے میرا فیڈیم کے سلسلے میں سوویت یونین سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔ اس پر تیس ارب پچاس کروڑ روپے کا خرچہ آئے گا۔ اسکی منظوری ہو چکی ہے۔ کچھلی مرتبہ وزیر اعلیٰ صاحب نے پستی میں اپنے سپانسامہ میں وزیر اعظم صاحب سے اس پر وجیکٹ کا مطالبہ کیا تھا اور وزیر اعظم صاحب نے اس مطالبہ کو تسلیم کیا تھا۔ انشا اللہ اس پر بہت جلد کام شروع ہو جائے گا۔ جناب دوسری چیز گوادرنش باربر ہے۔ جو کہ پچاڑے کروڑ روپے کا پروجیکٹ ہے۔ جناب یہ کچھلے سترہ سالوں سے التوا میں پڑا ہوا۔ پہلی دفعہ یہ عوامی حکومت آئی اور اس نے گوادرنش باربر پر توجہ دی۔ اس کا بھی مطالبہ جناب چیف منسٹر صاحب نے پستی میں کیا تھا۔ میرے دوست ایران میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ بھی وہاں موجود تھے۔ چیف منسٹر صاحب وہاں تشریف لائے تھے اور وزیر اعظم صاحب کا انہوں نے شاندار استقبال کیا تھا۔ جس کی ہم وزیر اعلیٰ صاحب، انکی کابینہ اور انکی پارٹی کے ممنون ہیں۔ اس بات پر ہم توقع رکھتے ہیں۔ کہ اس قسم کی روایتیں آگے بھی چلتی رہیں گی۔ گوادرنش باربر کا منصوبہ بھی منظور ہوا اور اس پر اب کام ختم ہونے والا ہے۔ جناب والا! سیدک پروجیکٹ کے

متعلق کہا گیا۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ پیپلز پارٹی کی حکومت میں آنے کے بعد سب سے بڑے پردہ جیکٹ کی اگر منظوری دی گئی ہے وہ سیدک کا ہے۔ یہ ساڑھے چار سو کروڑ روپے کا پردہ جیکٹ ہے۔ اس کے علاوہ لیاری اور ماڑہ روڈ کے لیے گورنمنٹ نے ایک کروڑ روپے دیئے ہیں۔ جناب یہ چیزیں ایسی ہیں جو ایک ڈیڑھ سال کے دوران بلوچستان کے عوام کو ترقی دلانے کے لیے کی گئی ہیں۔ وزیراعظم صاحبہ نے اپنی کی بجلی گھر کے متعلق حکم دیا تھا۔ کہ اسکو ایک سال کے اندر مکمل کیا جائے۔ اس پر کام ہو رہا ہے وہ بھی انشا اللہ ایک سال کے اندر یا اسکے بعد مکمل ہو جائے گا۔ پنجگور کو گرڈ لائن سے ملانے کے لیے فیز ایبلٹی (feasibility) رپورٹ بن رہی ہے۔ انشا اللہ اس پر بھی کام شروع ہو جائے گا۔ جناب یہ سارے منصوبے وفاقی حکومت کے ہیں جو بلوچستان کے غریب عوام کے لیے ہیں۔ جناب آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مرکزی حکومت بلوچستان میں ترقی کا کام نہیں کر رہی ہے اور وہ بلوچستان میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہی ہے۔ یہ منصوبہ فیڈرل گورنمنٹ کا ہے۔ بلوچستان کے غریب عوام کی کھجالی کے لیے آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ بلوچستان میں کوئی ترقی کا کام نہیں ہوا۔ تین سال یہاں آئی ہے آئی کی گورنمنٹ رہی۔ بلکہ گیارہ سال تک رہی۔ اور اس میں نام نہاد جمہوریت تھی۔ آٹھ سال قتل و غارت گری تھی۔ ان تین سالوں میں مجھے آپ کسی ایک پردہ جیکٹ کی نشان دہی کریں۔ مسلم لیگ تو مرکز کو صوبے سے لٹا رہی ہے۔ بھائی خدا کے واسطے اگر کوئی اچھا کام آپ نہیں کر سکتے تو اپنی سازشوں کو ختم کریں۔ جناب والا! بہر حال میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کرے یہاں جمہوریت پھلے پھولے کیونکہ جمہوریت میں اچھائی ہے اس لیے ہم جمہوری دور چاہتے ہیں۔ اس میں غریبوں کو موقع ملے گا۔ آپ کو کام کرنے کا موقع ملے گا۔ اپنے دل سے اپنے عوام کے لیے۔ جناب اسپیکر میں اپنی تقدیر عطا شاد کے ایک شعر پر ختم کروں گا کہ

”موسم گل تو ہے۔ مگر گل کہاں خوشبو کہاں

دل کا خشکابہ وہی ہے فصل تر کے بعد“

جناب اسپیکر

کوئی وزیر صاحب یا معزز مسیہ صاحب لوٹنا چاہتے ہیں، چونکہ کوئی نہیں۔ لہذا وزیر خزانہ اپنی جوابی تقریر کریں۔

مسٹر سعید احمد ہاشمی (وزیر قانون و پارلیمانی امور)

وزیر قانون و پارلیمانی امور جناب اسپیکر۔ پچھلے تین دنوں سے اس سمنز ایوان میں معزز اراکین نے بجٹ پر تقاریر کیں۔ اور آج خاص طور پر بجٹ سے زیادہ کچھ سیاسی امور پر تقریریں ہوئیں۔

جناب اسپیکر

ہاشمی صاحب آپ تشریف رکھیں۔ سردار ثناء اللہ زہری صاحب آگئے ہیں وہ کہہ گئے تھے کہ وہ بھی تقریر کریں گے۔ ہم سمجھے کہ وہ چلے گئے ہیں۔ لیکن اب آگئے ہیں۔ سردار صاحب بجٹ پر اظہار خیال کریں۔

سردار ثناء اللہ خان زہری

جناب اسپیکر۔ سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ آپ کی بڑی مہربانی ردا خلتہ

میر صاحب علی بلوچ

جناب اسپیکر۔ آپ نے ایک بڑی اچھی روایت قائم کی ہے کہ اپنے وزیر صاحب کو بٹھا

دیا مجھے اُمید ہے کہ اس قسم کی روایت آپ ہمیشہ قائم رکھیں گے۔

جناب اسپیکر

ایسی بات نہیں۔ ان کو بولنا چاہیے۔

میر جان محمد خان جمالی (صوبائی وزیر)

آپ بے نکتہ رہیں۔ یہ روایت چلتی رہے گی۔

سر وارشاد اللہ خان زہری

جناب اسپیکر صاحب۔ میں بجٹ پر کیا بحث کروں میرے دوستوں نے بہت طویل تقاریر کی ہیں۔ ان میں ٹرینڈری بنچوں پر بیٹھے ہوئے آنر ایبل ممبروں نے تقریریں کی ہیں اور بجٹ کے افادیت بیان کی جبکہ اپوزیشن پنجہز پر بیٹھے ہوئے آنر ایبل ممبر نے بھی تقریریں کی ہیں اس کے تعریف تو قطعی طور پر نہیں کر سکتا اور یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ بہت بڑا بجٹ ہے۔ کیونکہ ایک ارب پانچ کروڑ روپے کا خسارہ اس بجٹ میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر مرکز نے ہمیں جو گرانٹ دینی ہے۔ یا اس نے ہمیں جو خیرات دینی ہے یا جو بھیک ہم ان سے مانگتے ہیں اور انہوں نے ہمیں اگر یہ بھیک نہ دی تو میرے خیال میں یہ خسارہ بڑھ کر دو ارب تک پہنچ جائے گا۔ بہر حال یہ میری اپنی رائے ہے۔

جناب اسپیکر۔ ہمارے وزیر صاحب نے۔ میں انہیں وزیر خزانہ کہوں یا وزیر زراعت کہوں یا وزیر پارلیمانی امور کا رزمیر کہوں۔ کیونکہ تین چار تلم دان وزارت ان کے پاس ہیں۔ انہوں نے اس دفعہ ٹیکس نہیں لگایا۔ جناب والا! بلوچستان میں ہے کیا کہ یہاں ٹیکس لگایا جائے۔ کیا ریٹ بھی دلوں پر ٹیکس لگایا جائے۔ جو غریب صبح سویرے اپنے بیوی بچوں کے دال سالن کے لیے نکلتے ہیں۔

ان بلوچوں پر ٹیکس لگایا جائے جو ساری ساری رات بکریوں کے ریوڑ چراتے ہیں۔ اگر ان پر ٹیکس لگائیں بھی تو وہ نہیں رے سکتے ہیں۔ آپ ان لوگوں پر ٹیکس لگائیں۔ جو متعل بھی ہو سکتے ہیں لیکن ہمیں معلوم ہے کہ آپ ان لوگوں پر ٹیکس نہیں لگائیں گے۔ اور اگر ٹیکس لگانے سے تو وزیر خزانہ کے اوپر اسی لگایا جائے۔ اور آپ ٹیکس کول مائنرز والوں پر لگائیں معدنیات والوں پر لگائیں۔ مجھے پتہ ہے کہ یہ ٹیکس نہیں لگے گا۔ اور اگر ٹیکس لگانے سے تو سنگ مرمر پر لگائیں اور لوں کھروں روپے جن کے سوئیز لینڈ اور باہر کے بنکوں میں پیسے ہوتے ہیں۔ اور جو سرمایہ باہر منتقل کرتے رہتے ہیں۔ ٹیکس لگانا ہے تو ان لوگوں پر لگائیں جو فریبوں کا خون چوس رہے ہیں۔

جناب اسپیکر! ان کے ہاتھ اتنے لمبے اور مضبوط ہیں۔ کہ آپ لوگوں کے ہاتھ ان تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ اب میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ کیوں کہ میں خود بیٹھے بیٹھے تک گیا تھا۔ اور اگر میں کئی میل پیدل چلتا تو اتنا نہ تھکتا جتنا آج سارا دن تھک گیا ہوں۔

جناب والا! اکل حسین اشرف صاحب نے پینے کے پانی کا ذکر کیا تھا۔ کہ وہاں پر پینے کا پانی نہیں ملتا ہے۔ اور آپ اسپیکر صاحب نہری علاقے سے تعلق رکھتے ہیں شاید مکران کی طرف آپ نہیں گئے۔ ہم بھی پہاڑی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں پتہ ہے۔ کہ پانی کا کتنا اہم مسئلہ ہے میرے دوست نے جو آپ کو آگاہ کیا ہے۔ ان کا یہ کہنا حق بجانب ہے۔ یہی حسین اشرف تھے۔ جن سے اخبار والوں نے سوال کیا۔ کہ حسین اشرف صاحب آپ کو یاد ہو گا۔ کہ آپ پاکستان کے سابقہ شمولیت کی باتیں کرتے تھے۔ اور آج علیحدہ ہونے کی باتیں کرتے ہو پہلے تو کہتے تھے۔ کہ ہم پاکستان میں شامل ہوں گے اور آج علیحدہ ہونے کی باتیں کر رہے ہو۔ اب کیا آپ پاکستان سے انگ ہوں گے۔ یہ حسین اشرف صاحب جس نے پاکستان کے لیے ساری زندگی گزار دی۔ اور آج وہی حسین اشرف جس کو پینے کا پانی نہیں مل رہا ہے۔ ہر جگہ پانی کے مسائل ہیں۔ یہ حل کئے جائیں۔

میرے ایک اور دوست نے فرمایا ہے۔ کہ بجٹ تو بلوچ ایریا کے لیے بنا ہوا ہے پختونوں کا

یہاں کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور کوئی بجٹ نہیں ہے۔ جناب والا! میں آپ کو اس بجٹ کے حوالے سے یہی بتانا ہوں۔ کہ واٹر سپلائی اسکیم کو سٹپ کے لیے ۵ لاکھ اور کھلاک واٹر سپلائی اسکیم کے لیے ۵۱ ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ کھلاک میں پانی کی کمی ہے۔ وہ تو بلوچستان کا ایک سرسبز علاقہ ہے اور پورے بلوچستان میں اس کے باغات مشہور ہیں۔ وہاں پر پانی کی دافر مقدار ہے۔ جہاں سے سیب ہوتے ہیں دیگر فروٹ ہوتے ہیں۔ تو وہاں پر یقیناً پانی بھی کافی ہوگا۔ اس کے برعکس ہم روڑے میں ہم چیخ رہے کہ ہمیں پانی چاہیے۔ اور ان علاقوں کے لیے رقم نہیں رکھی گئی ہے۔ اب کافی دوست مکران کے قواٹھ کر چلے گئے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں۔ کہ حسین اشرف صاحب کے علاقے کی واٹر سپلائی اسکیم کے لیے پیسے دے دیئے جائیں۔

جناب اسپیکر! سبھی کا ایریا ہے۔ وہاں آبادی ۴۴ لاکھ ہے۔ اس کے ارد گرد بلوچوں کے گھر ہیں۔ جس میں مری اور براہوی قبائل آباد ہیں وہ دس دس میل سے پانی لے کر آتے ہیں ان کی عورتیں مشکیزہ اٹھائے گدھوں پر مشکیزہ رکھے دور دور سے پانی لے کر آتی ہیں۔ وہاں سانگان جہاں پانی دافر مقدار میں ہے۔ اسکیم دے دی گئی ہے۔ میرے ٹوٹل ڈویژن تلات کو لے لیں نصیر آباد ڈویژن کو لے لیں ان کے لیے اتنے پیسے نہیں رکھے گئے ہیں۔ جتنے ایک چھوٹے علاقے کھلاک کے لیے رکھے گئے ہیں۔

جناب والا! ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ ہماری امن دامن کی حالت بہتر ہے لیکن یہ ہماری نظر میں ٹھیک نہیں ہے۔ امن دامن بلوچستان کے لحاظ سے ٹھیک نہیں ہے۔ میرے خیال میں وزیر صاحب امن دامن اس کو کہتے ہیں۔ جیسے سندھ کے حالات ہوں۔ لوگ روڈ پر مر رہے ہیں پھر وزیر خزانہ صاحب کہیں گے۔ کہ تھوڑا بہت امن دامن کا مسئلہ ہے۔ ابھی کچھ دن ہوئے ہیں تین چار پروفیسروں کو اغوا کر لیا گیا تھا۔ میں وزیر موصوف صاحب سے پوچھا ہوں آپ نے ان کے لیے کیا اقدامات کئے ہیں کیا آپ نے ان کو بازیاب کرایا ہے کسی دن اخبار میں دیا ہے۔ کہ کوششیں ہو رہی ہیں۔ یہ پروفیسر بھی تو باپ تھے۔

ایک بیوی کے میاں تھے۔ آپ نے ان کے متعلق اخبار میں کہا ہے۔ کہ یہ پردیسر پاکستان میں ہوں یا لنگ سے باہر اغوار کئے گئے ہیں۔ افغانستان چلے گئے ہیں۔ یا ہم نے ان پردیسروں کو بازیاب کرانے کے لیے کئی اقدام کئے ہیں۔ میرے خیال میں وزیر موصوف نے یہ تکلیف نہیں کی ہے اور بھی اس قسم کے بہت سے مسئلے ہیں خاص کر اب میں اندرون بلوچستان کا حوالہ دیتا ہوں جہاں پر آسے رن ڈکیتیاں معمول بن گئی ہیں اور لوگ قتل کرتے ہیں۔ چلے جاتے ہیں خضدار شہر کو لے لیں خضدار میں درجہ چار آرمیوں کا کچھ دن پہلے قتل ہوا ہے۔ دو طالب علم تھے۔ میڈیکل ٹیچر رہے تھے۔ ان کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا اور آجنگ ان کے قاتل گرفتار نہیں کئے گئے ہیں۔ وزیر موصوف کہتے ہیں۔ کہ بلوچستان میں امن ران کا مسئلہ صحیح ہے۔

جناب والا! میں آپ کی توجہ ایک اور مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں اور مجھے یہ خوشی ہے۔ کہ جو آج لوگ ٹر ٹریڈی بنچوں پر بیٹھے ہوئے ہیں وہ ایسا ہے جیسے سولے سے کچھ نکل جاتا ہے اور وہ کندن بن جاتا ہے اور اب ٹر ٹریڈی بنچیز کندن بن گیا ہے۔ اور اس کے متعلق میں خاص کر اپنے نیشنلسٹ دوستوں سے عرض کرتا ہوں میں ان کو بتاتا ہوں کہ بلوچستان کی تاریخ میں سب سے قربانیاں دی ہیں۔ ہم سب بھائیوں کی قدر کرتے ہیں جنہوں نے بلوچستان کی قربانی دی ہے ہم ان شہداء کی بھی قدر کرتے ہیں جنہوں نے بلوچستان کے لیے قربانی دی ہے اور ان پہلا ہونے والے لوگ جنہوں نے بلوچستان کے لوگوں کو شعور دیا۔ جنہوں نے بلوچستان کے کاڑ کو آگے پلایا ہے جس نے کہا کہ ہم بوجھ صوبوں سے اپنے وطن کا دفاع کرتے ہوئے چلے آئے ہیں۔ اگر ہمارا سر بھی کٹا ہے تو وطن پر آئیے نہیں آنے دیں گے جو آمریت کے خلاف شہید ہوئے وہ نواب نوردوز خان شہید تھے۔ جنہوں نے ایوبی آمریت کے خلاف جنگ کرتے ہوئے اپنے سات بیٹوں کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔ تم میں اپنے دوستوں اور نیشنلسٹ دوستوں سے گزارش کروں گا۔ کہ ۱۵ جولائی کو بلوچستان ڈے کے نام سے عہد کی جلتے اور اس اسمبلی سے یاس کرایا جاتے۔ اس دن عام تعطیل کرائی جائے۔ تاکہ لوگوں کو شعور ہو۔ کہ بلوچستان کے لوگ اپنے شہداء کو نہیں بھولے ہیں۔ جو ہمارے دست اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جن کا براہ راست دانشنگش سے تعلق ہے ان کو تہہ چلے کہ بلوچستان میں نوردوز گرگا ہے تو بلوچستان میں ہزاروں نوردوز زندہ ہیں۔ ان سامراجیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے۔ جناب والا!

میں کشمیر کے مسئلے کے متعلق بھی کچھ کہوں گا۔ کشمیر کا مسئلہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے واقعی بھائی ہیں مسلمان ہیں جو ٹر رہے ہیں۔ (مداحات)

سردار بشیر احمد خان ترین (صوبائی وزیر رپو انٹنٹ آف آرڈر)۔

جناب معزز ممبر بجٹ پوٹو تقریر نہیں کر رہے ہیں۔ ادھر ادھر کی باتیں کر رہے ہیں۔ اگر وہ بجٹ پوٹو تقریر کرتے ہیں ہم کہیں دیر تک سننے کے لیے تیار ہیں

جناب اسپیکر

سردار صاحب بجٹ پر آجائیں

سردار ثناء اللہ خان زہری

جناب والا میں نے بلوچوں کا نام لیا ہے۔ تو ان کو سب لگا ہے۔ اب میں بجٹ کے متعلق ہی آ رہا ہوں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے لیکن جب ہم اپنے حقوق کی بات کرتے ہیں جب ہم کہتے ہیں کہ ہمارے حقوق ہم کو دو اس وقت ہمارے اوپر فوج کشی کی جاتی ہے۔ اس وقت اس پر کوئی عمل نہیں ہوتا ہے۔ اس وقت کہتے ہیں کہ بلوچستان سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں ہے صرف بلوچستان کی مٹی ہمیں چاہیے۔ لیکن کشمیر جہاں پر ہمارے مسلمان بھائی لڑ رہے ہیں وہاں پر تو پاکستان کا کافی وی بہت کور بچے دے رہا ہے کہ مجاہدین نے خود ارادیت کا اعلان کر دیا ہے۔ مجاہدین نے عبوری حکومت بنا لی ہے وہاں پر تو مجاہدین صحیح کرتے ہیں کیا کشمیر نے پہلے خود ہندوستان کے ساتھ الحاق نہیں کیا تھا۔ جب ہم بلوچ حق مانگتے ہیں تو ہم کو کہا جاتا ہے۔ کہ آپ غدار ہیں۔

جناب اسپیکر

سردار ثناء اللہ صاحب آپ بکٹ پر آئیں۔

سردار ثناء اللہ زہری

جناب اسپیکر! اب میں ایجوکیشن پر آتا ہوں۔ جناب ایجوکیشن کیا ہے۔ کس بلا کو کہتے ہیں۔ ہمارے مولانا صاحبان یہاں نہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر وہ ہوتے تو ان سے پتہ کرتے کہ ایجوکیشن کیا ہے۔ بہر حال میں یہ کہوں گا کہ بلوچستان میں تعلیم ایک اہم مسئلہ ہے۔ جناب ہم بلوچ چالیس سالوں سے میں تو یہی کہوں گا۔ کہ دو سو یا تین سو سالوں سے جب انگریز میاں ہمارے اوپر مسلط ہوتے ہیں ہم ظلم کی حکیریاں میں پیتے چلتے آ رہے ہیں۔ ہم بلوچوں نے دعا کی تھی۔ کہ یہاں ایک اسلامی مملکت بنے گا اور ہمارے حقوق ہمیں مل جائیں گے۔ اللہ نے ہماری دعا سن لی اور پاکستان بن گیا۔ لیکن چالیس سال گزرنے کے باوجود ابھی تک ہمیں کچھ نہیں ملا ہے۔ جناب اسپیکر! ایجوکیشن کا یہ حال ہے کہ جہاں اسکول ہے تو وہاں پر ماسٹر صاحب نظر نہیں آتے ہیں۔ اگر ماسٹر صاحب کے بارے میں پوچھا جائے تو کہا جاتا ہے کہ جناب ماسٹر صاحب چھٹا پر گئے ہوئے ہیں۔ پتہ نہیں ماسٹر صاحب کی والدہ بیمار تھی۔ ماسٹر صاحب کے بھائی کی شادی تھی اور پتہ نہیں کیا وجہ تھی جس کا وجہ سے ماسٹر صاحب چلے گئے بہر حال وہاں پر ہمیں ماسٹر صاحب نظر نہیں آتے ہیں۔ جناب اگر جہاں پر ماسٹر صاحب نظر آتے ہیں۔ تو وہاں اسکول کی بلڈنگ نظر نہیں آتی ہے۔ اگر کہیں ہمیں بلڈنگ نظر آتی ہے۔ تو وہاں اسکول کے بااثر آدمی اس بلڈنگ کو اپنا دتا ہے یعنی مہمان خانہ بنا لیتا ہے اور اپنے مہانوں کی وہاں پر دعوت کرتا ہے کہ یہ مہمان خانہ کے مکان کے ہیں۔ لہذا وہ اس کچی بلڈنگ کو استعمال کرتے ہیں۔ جناب ہمارے ایجوکیشن کا یہ حال

جناب اسپیکر! اب میں صحت کی طرف آتا ہوں۔ ہمارے سابقہ وزیر صاحب ڈاکٹر ناک صاحب مرنے کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھوں گا کہ آپ سابقہ وزیر رہ چکے ہیں۔ اس دوران آپ نے بلوچستان میں کون کون سی جگہوں پر ڈسپنسریاں دی ہیں اور آپ نے کب اپنے سیکرٹریز اور بیوروکریسی کو کہا کہ بھیجی آپ بلوچستان کو ڈسپنسریاں دو۔ جناب میں مکران سے کوئٹہ باقی روڈ آیا ہوں لیکن ان سولہ سترہ مہینوں میں مجھے پرانی ڈسپنسریاں کے علاوہ کوئی نئی ڈسپنسری نظر نہیں آتی ہے۔ ایک دفعہ میں ایک گاؤں گیا۔ وہاں پر ایک دو کمروں کی ڈسپنسری تھی اور اس کا ایک برآمدہ بھی تھا۔ جیسے ایک آدمی جھاڑیوں سے باندھا ہوا تھا۔ اس ڈسپنسری کے برآمدے میں وہ اپنی بکریوں کو باندھا تھا۔ اور کمروں میں وہ اپنے گدھوں کو باندھا تھا۔ جناب یہ ہماری صحت کی حالت ہے۔ ہم وہاں پر چھوٹی چھوٹی ڈسپنسریاں بناتے ہیں۔ تاکہ ان سے ان لوگوں کا علاج معالجہ ہو لیکن وہاں پر لوگ اپنی مولتیوں کو باندھتے ہیں۔ جناب اسپیکر! زہری میں ایک دور سے ہیلتھ سنٹر ہے۔ شاید ڈاکٹر صاحب بھی وہاں گئے ہوتے ہوں گے اور اسے دیکھا ہو گا۔ وہاں پر ایک ایکسپریٹ مشین ہے۔ میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے چھ مہینے پہلے وہاں اعلان کیا تھا۔ کہ وہاں اس کے لیے میں بجلی فراہم کروں گا لیکن وہاں اب تک بجلی مہیا نہیں کی گئی۔ جناب مشین کو زندگی لگ گیا ہے اور اگر وہاں پر کسی کی بڑی ٹوٹ جائے یا کوئی اور مسئلہ ہو تو وہ ایکسپریٹ کے لیے خضدار یا کوئٹہ آتے ہیں۔ جناب اسپیکر! یہ ہماری ہیلتھ پالیسی ہے۔ سعید احمد ہاشمی صاحب نے کہا تھا۔ کہ جی ہم نے ہیلتھ کے لیے اتنے فی صد پیسے رکھے ہوتے ہیں۔ مجھے علم نہیں کہ انہوں نے کس ہیلتھ کے لیے یہ پیسے رکھے ہوئے ہیں۔ اور یہ کہاں چلے جاتے ہیں۔

جناب میں سعید ہاشمی صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ زراعت کیا ہے۔ زراعت آدبی ہے۔ زراعت میں درخت اگتے ہیں یا گندم اگتا ہے۔ جناب اسپیکر! سیری نواب محمد اکبر خان مجلی صاحب سے درخواست ہے کہ زراعت کا پورٹ فولیو (port folio) ایک ایسے آدمی کو دیا جائے جسے معلوم ہو کہ زراعت کیا ہے۔ جس کے باپ اور دادا نے زمینداری کی ہو اور خود بھی زمیندار ہو میرے خیال میں میر جان محمد خان جمالی اس پورٹ فولیو کے لیے صحیح رہیں گے۔

جناب اسپیکر

ثناء اللہ صاحب آپ براہ راست بات نہیں کریں۔

سردار ثناء اللہ زہری

جناب اسپیکر! مجبوریت ہے اور مجھے بولنے کا حق ہے۔

جناب اسپیکر

ثناء اللہ صاحب آپ کو بولنے کا حق ہے۔ لیکن کسی پر براہ راست ہٹ نہ کیا جائے

سردار ثناء اللہ زہری

جناب اسپیکر! میری جناب سعید احمد ہاشمی صاحب سے یہ گزارش ہے۔ کہ انڈسٹریز کا پورٹ فولیو جو جام صاحب کے پاس ہے اسے اپنے پاس رکھ لیں اور زراعت کا پورٹ فولیو کسی اور کو دے دیں۔ یہ میرا مشورہ ہے۔ جناب اسپیکر۔ جہاں تک ترقی کا تعلق ہے۔ تو پچھلے سال میں نے اپنی بجٹ تقریر میں زہری گندادہ روڈ کے متعلق کہا تھا۔ کہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ یہ زہری کے لوگوں کا ایک دیرینہ مطالبہ ہے کہ اس روڈ کو مکمل کیا جائے۔ پچھلے سے کچھلی دفعہ بھی میں نے اپنی تقریر میں اس کے لیے کہا تھا۔ نواب صاحب نے اس کے لیے ایک ملین روپے رکھے تھے اور نواب صاحب نے اپنی تقریر میں بھی کہا تھا۔ کہ میں نے زہری گندادہ روڈ کے لیے دس لاکھ روپے دیئے تھے۔ جناب پانچ لاکھ روپہ میں نے اپنے ایم۔ پی۔ نے فنڈ سے اس کے لیے رکھے۔ جناب میں نے کئی دفعہ بیوروکریسی کے آفسران کو کہا کہ خدایا نواب صاحب نے اسمبلی میں جو وعدہ کیا ہے اسے آپ نہ جھٹلاتیں۔ خدایا آپ یہ پیسے ہمیں دے دیں۔ میں نے سیکرٹری سی۔ اینڈ۔ ٹولٹیو کو کہا کہ ممبر بانی کمر کے آپ

یہ پیسے ریٹیز کر دیں۔ لیکن ہمارے ساتھ ٹھکانے مٹوں کیا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ جون آپنچا اور میں نے ایکس۔ای۔این (X.E.N) کو پریشرائز (pressurise) کیا کہ میں ان پیسوں کو ضائع ہونے نہیں دوں گا۔ تو انہوں نے کیا کیا جو میں نے پانچ لاکھ روپے رکھے تھے اس سے انہوں نے بلڈوزر بیچ دیا۔ میرے خیال میں ۲۶ مئی یا ۲۷ مئی تھا۔ کہ انہوں نے کام شروع کر دیا۔ اب ایکس۔ای۔این مامب کہتے ہیں کہ اب تو وہ ہو گیا ہے۔ یہ جو آپ کے پانچ لاکھ روپے ہیں۔ اس میں سے ہم کمپریسر (compressor) خریدیں گے اور پتہ نہیں بعد میں بلوچستان کے یہ جو پہاڑ ہیں اسے تھوڑیں گے۔ پتہ نہیں کیا کریں گے کیا نہیں کریں گے۔ جناب یہ ہماری حالت ہے۔

جناب اسپیکر! ہمارے نیشنل ہائی وے پر آپ جا رہے ہیں۔ میں ڈر لپوک آدمی ہوں اس لیے جہاز میں سفر کرتا ہوں۔ میرے خیال میں نیشنل ہائی وے سے متبرہ ہوائی جہاز میں سفر کرنا بہتر ہے۔ جہاز میں سے اگر ایک آدمی گرے گا۔ تو ایک ہی دفعہ اللہ کو پکارا ہوگا۔ یہ تو نہیں ہوگا۔ کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ جائے گا یا ہانگ ٹوٹ جائے گا۔ یا اور کچھ ہو جائے گا۔ بہر حال جب میں جھالادان جاتا ہوں تو بائی روڈ جاتا ہوں۔ جناب اسپیکر! میں آپ کو بتا نہیں سکتا کہ جب ہم اپنی منزل مقصود پر پہنچتے ہیں تو ہماری حالت ایسے ہوتی ہے۔ جیسے ہمیں کسی نے ڈنڈے سے مار مار کر ہمارا بیٹرا غرق کر دیا ہو۔ اگر ہم اپنے لیے کوئی نئی گاڑی لین، وہاں دو دفعہ جانے کے بعد اسکی ایسے حالت ہو جاتی ہے۔ کہ تین لاکھ روپے کی گاڑی کو کوئی ڈیڑھ لاکھ روپے میں بھی نہیں خریدے گا۔ جناب دالا یہ حالت ہے ہمارے ہائی ویز کلا

مسٹر محمد سرور خان کاکڑ (صوبائی ذریعہ)

جناب اسپیکر! کیا صبح تک ہم یہاں بیٹھے رہیں گے

جناب اسپیکر

آپ شریف رکھیں۔ ابھی بھی پانچ دس منٹ کے بعد جب تفریق ختم کر لیں گے۔ تو اجلاس ختم کر دیا جائے گا۔
(مداخلتیں)

میر محمد شمس شاہوانی

جناب اسپیکر بجٹ پر عام بحث کے لیے کوئی ٹائم مقرر نہیں ہے۔

جناب اسپیکر

جی آج کسی کے لیے ٹائم مقرر نہیں کیا تھا آپ تشریف رکھیں۔

مسٹر محمد سرور خان کاکڑ

یہ اسمبلی کی روایت رہی ہے مداخلت اور قطع کلامیاں، کیا ہم کل صبح تک رہیں گے۔

جناب اسپیکر

آپ بیٹھیں۔ وہ تفریق کر رہے ہیں۔

سردار ثناء اللہ خان زہری

جمہوریت ہے۔ کاکڑ صاحب جمہوریت میں کچھ سننا بھی پڑتا ہے۔ جناب والا! میں نے جو کچھ بولنا
تھا میرے ذہن سے نکلا گیا ہے پتہ نہیں سردار خان صاحب میرے ساتھ کیا کریں گے۔ میرے نیشنلسٹ

دوستوں نے کہا.....

جناب اسپیکر

آپ بھٹ پر آئیں۔

سردار ثناء اللہ خان زہری

جی میں بھٹ پر آ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا ہم اس بھٹ کو نہیں سمجھتے اگر ہم اس بھٹ کو بھٹ کہیں تو ہمیں شرمندگی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ بھائی ہم اس حکومت کی پالیسیوں سے اختلاف کریں گے تو جناب والا ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔ اس لیے خوشی ہوگی۔ کہ پہلے وہ جناب منسٹر تھے تو اس سے بڑھ کر ہمیں اور کیا خوشی ہوگی۔ (مداخلت)

جناب اسپیکر

تشریف رکھیں، موضوع ختم ہو گیا۔

سردار ثناء اللہ خان زہری

جناب اسپیکر۔ اب میں فیشر نری کی طرف آتا ہوں، فشر نری پر ہماری حکومت بلوچستان کا دار و مدار ہے۔ جناب والا، مکران ڈوئیرن میں نایا بے قسم کی مچھلیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہاں کے غریب عوام اس نعمت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ کیونکہ ان کے پاس لائچیں نہیں ہیں۔ ان کے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ وہ جدید آلات اور لائچوں سے مچھلیاں پکڑ سکیں وہاں مکران کے ساحل پر باہر کے ماہی گروہنگے اور مچھلیاں پکڑتے ہیں اور کراچی کے ہوٹلوں میں

یہ سب کچھ لوئیٹر (Lobster) اور پروم (prom) کے نام سے ہم سے وہاں انکی تین گنا قیمت وصول کرتے ہیں۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے جاپان کی جیب یا گاڑی یہاں پاکستان پہنچتے پہنچتے ہمارے لیے دس بارہ لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ بالکل اس طرح ہمارے گھر کی پکڑی ہوئی مچھلی کی یہ لوگ ہم سے تین گنا قیمت وصول کرتے ہیں۔ اس لیے میری حکومت سے درخواست ہے۔ کہ ان غریب مچھلی گروں کو حکومت قرضے دے اور اس بارے میں ان کی مدد کرے تاکہ وہ بھی اپنے لیے لاکھوں خرید سکیں اور اپنی گزر اوقات کر سکیں اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکیں۔

جناب اسپیکر۔ اگلا مسئلہ بجلی کا ہے اگرچہ بجلی بڑی نعمت ہے۔ خیر یہ ہمیں اللہ نے نہیں ہی انگریزوں نے دی ہے بہر حال اس نعمت کے لیے میں یہ کہوں گا۔ کہ ہم بجلی کی نعمت سے محروم ہیں صرف اس کی چمک دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن یہ بجلی ہمیں ابھی تک اصل میں نصیب نہیں ہوئی زمین داروں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ سال بھر منت کرتے ہیں اپنا پسینہ بہاتے ہیں اور فصل اگاتے ہیں لیکن جب ان کے فصل پکنے کا وقت آتا ہے تو ان پر بجلی کی لوڈ شیڈنگ نازل ہو جاتی ہے۔ دن میں بارہ بار آٹھ آٹھ گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے۔ اس سے ان کا نقصان ہوتا ہے۔ ان کی فصل تباہ ہو جاتی ہے۔ اس کے اوپر بجلی کابل چوبیس ہزار چھتیس ہزار کا آجاتا ہے وہ کہتے ہیں تم یہ بل دو لیکن وہ بے چارے چوبیس اور چھتیس ہزار روپیہ بل کیسے دے سکتے ہیں۔ انکی فصل کا نقصان ہو گیا ہے لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے اوپر سے انتظامیہ والے آجاتے ہیں اور کمرین لاکران کا ٹرانسفارماتار کرے جاتے ہیں۔ لہذا میری صوبائی حکومت سے یہ درخواست ہے کہ وہ انتظامیہ والوں واپٹا کے ایکٹین اور ایس ڈی او سے کہیں کہ وہ نہ جائیں اور ان لوگوں کے ٹرانسفارمرز انتظامیہ والوں کے ذریعہ نہ اتروائے جائیں۔ جب ان لوگوں کا اتنا نقصان ہوا ہے اب آلو اور پیاز کی فصل آنے والی ہے پچھلے سال بھی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے ان لوگوں کو بہت نقصان ہوا۔ اس لیے میری دوبارہ صوبائی حکومت سے درخواست ہے کہ ان غریبوں کو اسکا معاوضہ دیا جائے۔ تاکہ وہ اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکیں اور بجلی والوں نے ان پر چوبیس ہزار اور چھتیس ہزار کے جو بل زبردستی تقویٰ ہے ہیں ان کے ساتھ

صوبائی حکومت مناسب تعاون کرے۔ تاکہ وہ آسانی سے بجلی کے بل دے سکیں۔ شکریہ

جناب اسپیکر

آج کا اسمبلی اجلاس کافی لمبا ہو گیا ہے۔ وزیر خزانہ اپنی جوابی تقریر مکمل کریں گے

جناب اسپیکر

اب اجلاس کل اکیس جون ۱۹۹۰ء کی شام چار بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔
 اسمبلی کا اجلاس رات دس بجکر بیس منٹ پر اگلی شام
 مورخہ ۲۰ جون ۱۹۹۰ء (پنچشنبہ) چار بجے تک
 ملتوی ہو گیا